35

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

www.tanzeem.org

20 تا 26 رمضان المبارک 1431ھ / 31 اگست تا 6 ستمبر 2010ء

اس شمارے میں

"مجھے میری جمہوریت سے بچاؤ"

جدید اسلامی ریاست!

زلزلے اور سیلاب، قومی جرائم کی سزا

روزہ اور ترک منکرات

قرآن مجید پڑھنے کے باوجود گمراہی کے امکانات

جنگی جرائم، مذہب اور مسلمان قیدی

انتظار کرو!

ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے ہمیں اپنے قول و عمل سے زندگی کا مقصد سمجھایا

تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

......تو سیلاب نے رُخ موڑ لیا

روزے کا دین میں مقام

یہ ایک فطری سی بات ہے کہ جس امت پر اللہ کے نظام کو دنیا میں قائم کرنے اور اس کے ذریعہ نوع انسانی کی قیادت کرنے اور انسانوں کے سامنے حق کی گواہی دینے کے لیے جہاد فی سبیل اللہ فرض کیا جائے، اس پر روزہ فرض ہو! روزہ ہی سے انسان میں محکم ارادے اور عزم بالجزم کی نشوونما ہوتی ہے۔ روزہ ہی وہ مقام ہے جہاں بندہ اپنے رب سے اطاعت و انقیاد کے ساتھ مربوط ہوتا ہے۔ پھر روزہ ہی وہ عمل ہے جس کے ذریعے انسان خدا کی رضا اور اجر آخرت کے لیے تمام جسمانی ضرورتوں پر قابو پاتا اور تمام دشواریوں اور زحمتوں کو برداشت کرنے کی قوت حاصل کرتا ہے۔

اس فریضہ کا اولین مقصود تقویٰ، صفائے قلب، احساسِ ذمہ داری اور خشیت الٰہی کے لیے دلوں کو تیار کرنا ہے۔ تقویٰ دل میں زندہ و بیدار ہو تو مومن اس فریضہ کو اللہ کی فرمانبرداری کے جذبے کے تحت اس کی رضا جوئی کے لیے ادا کرتا ہے۔ تقویٰ ہی دلوں کا نگہبان ہے۔ وہی معصیت سے روزے کو خراب کرنے سے انسان کو بچاتا ہے، خواہ یہ دل میں گزرنے والا خیال ہی کیوں نہ ہو۔ قرآن کے اولین مخاطب جانتے تھے کہ اللہ کے یہاں تقویٰ کا کیا مقام ہے اور اس کی میزان میں تقویٰ کا کیا وزن ہے۔ یہ ان کی منزل مقصود تھی، جس کی طرف ان کی روحیں لپکتی تھیں۔ روزہ اُس کے حصول کا ذریعہ اور اس تک پہنچانے کا راستہ ہے۔ قرآن اس تقویٰ کو منزل مقصود کی حیثیت سے ان کے سامنے رکھتا ہے، تاکہ روزے کے راستے سے وہ اس منزل کا رُخ کر سکیں۔

سید قطب شہیدؒ

الھدیٰ (432)

سورۃ التوبہ

(آیات:30،31)

ڈاکٹر اسرار احمد

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ ۚ يُضَاهِـُٔوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ۭ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ڽ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝۳۰ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝۳۱

’’اور یہود کہتے ہیں کہ عزیر اللہ کے بیٹے ہیں اور عیسائی کہتے ہیں کہ مسیحؑ اللہ کے بیٹے ہیں۔ یہ ان کے منہ کی باتیں ہیں۔ پہلے کافر بھی اسی طرح کی باتیں کہا کرتے تھے۔ یہ بھی انہیں کی ریس کرنے لگے ہیں۔ اللہ ان کو ہلاک کرے، یہ کہاں بہکے پھرتے ہیں؟ انہوں نے اپنے علماء اور مشائخ اور مسیح ابن مریمؑ کو اللہ کے سوا رب بنالیا حالانکہ ان کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ خدائے واحد کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ ان لوگوں کے شریک مقرر کرنے سے پاک ہے۔‘‘

یہودیوں نے یہ اعتقاد گھڑ لیا تھا کہ عزیرؑ اللہ کے بیٹے ہیں۔ اور نصاریٰ یہ کہتے تھے کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔ فرمایا، یہ محض اُن کے منہ کی باتیں ہیں، اُن میں کوئی حقیقت نہیں۔ یہ تو اُن لوگوں کی باتوں کی نقل کر رہے ہیں جنہوں نے ان سے پہلے کفر کیا تھا۔ مصر میں ایک پرانا مذہب تھا جس میں تثلیث سے ملتی جلتی ایک چیز تھی۔ جب سینٹ پال نے وہاں عیسائیت کی تبلیغ کی اور gentile کو بھی مخاطب کیا تو اس نے اہل مصر کی نقالی میں اپنے مذہب میں ایسے اعتقادات شامل کر لیے، اور تثلیث ایجا کر لی، تاکہ دوسرے مذاہب کے لوگ آسانی سے عیسائی مذہب میں آجائیں۔ دوسری سب سے بڑی گمراہی جو عیسائیوں میں پیدا ہوئی وہ یہ تھی کہ انہوں نے اللہ کے سوا اپنے احبار و رہبان کو بھی رب بنالیا تھا۔ حاتم طائی جنہوں نے سخاوت میں شہرت پائی، عیسائی تھے اور رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے وفات پا چکے تھے۔ ان کے بیٹے عدی بن حاتم ایمان لے آئے۔ انہوں نے ایک دن رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ حضورؐ! یہ بات سمجھ نہیں آئی کہ قرآن کہتا ہے کہ عیسائیوں نے اپنے احبار اور رہبان کو خدا بنالیا ہے، جبکہ ہم میں ایسی بات تو نہیں تھی، پھر اس کا کیا مطلب ہے۔ اس پر آپؐ نے فرمایا، کیا یہ صحیح نہیں کہ جس شے کو وہ حلال کہتے تھے تم حلال مان لیتے تھے اور جس شے کو وہ حرام کہتے تھے لوگ حرام مان لیتے تھے۔ عدی کہنے لگے یہ تو ہے۔ اس پر آپؐ نے فرمایا: یہی تو انہیں خدا مان لینا ہے۔ حلت و حرمت کا حق صرف اللہ کا ہے۔ جب پوپ کا یہ پورا اختیار مان لیا گیا کہ وہ جو چاہے فیصلہ کرے تو یہی اُسے رب ماننا ہے۔ دو ہزار سال تک یہودیوں پر مسیحؑ کو سولی دینے کا الزام رہا۔ اب آکر اچانک انہوں نے ایک فرمان کے ذریعے ان کو بری کر دیا۔ گویا ان کا اختیار ہے تاریخ بدل دیں، حلال کو حرام اور حرام کو حلال کر دیں۔ ہمارے ہاں بھی پوپ ہوتے ہیں۔ یہ جو اسماعیلی ہیں، ان کا ’’امام حاضر‘‘ معصوم مانا جاتا ہے۔ وہ جس چیز کو چاہے حلال کر دے، جس کو چاہے حرام کر دے۔ اِنہوں نے بھی شریعت ساقط کی ہوئی ہے۔ ایک اسماعیلی وہ ہیں جو ہنزہ وغیرہ میں رہتے ہیں۔ ان کے ہاں شریعت موجود ہے۔ یہ پرانے اسماعیلی ہیں۔ یہ باہر سے آکر آباد ہوئے تھے۔ دوسرے گجرات کے علاقوں میں آکر آباد ہوئے۔ انہوں نے وہی کچھ کیا جو سینٹ پال نے کیا یعنی شریعت ساقط کر دی۔ ہندوؤں کی طرح انہوں نے نو اوتار ماننے اور حضرت علیؓ کو دسواں اوتار قرار دیا۔ اس طرح ’’دشتم اوتار‘‘ ان کے عقیدے میں شامل ہو گیا۔ اِن کے امام حاضر کو پورا اختیار حاصل ہے کہ شریعت کی جس چیز کو چاہے منسوخ کر دے اور جو چیز چاہے حرام قرار دے دے اور جو شے چاہے حلال قرار دے دے۔ تو نصاریٰ نے اپنے احبار اور رہبان کو اللہ کے سوا ارباب مان لیا، اور اسی طرح مسیح کو بھی۔ حالانکہ انہیں تو صرف اس بات کا حکم دیا گیا تھا کہ وہ ایک الٰہ کو پوجیں۔ لا الہ الا اللہ۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ جو شرک کرتے ہیں اللہ اس سے پاک ہے۔

فرمان نبویؐ

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

روزہ کھجور یا پانی سے افطار کیجیے

عَنْ سَلْمَانَ بْنِ عَامِرٍ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اِذْ كَانَ أَحَدُكُمْ صَائِمًا فَلْيُفْطِرْ عَلَى التَّمْرِ فَإِنْ لَمْ يَجِدِ التَّمْرَ فَعَلَى الْمَاءِ فَإِنَّ الْمَاءَ طَهُوْرٌ)) (رواہ ابوداؤد)

حضرت سلیمان بن عامر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ’’تم لوگوں میں جب کوئی شخص روزہ رکھے تو اس کو چاہیے کہ روزہ کھجور سے افطار کرے اور اگر کھجور میسر نہ ہو تو پانی سے روزہ کھولے کیونکہ پانی پاک کرنے والا ہے۔‘‘

ادا ریہ

ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

’’مجھے میری جمہوریت سے بچاؤ!‘‘

اگر کسی ندی میں پانی اعتدال پر ہو یعنی دھیمے دھیمے بہہ رہا ہو اور کنارے کنارے سیر کرنے والا کوئی لاابالی اُس میں ایک چھوٹا سا کنکر دے مارے تو پانی میں معمولی سا ارتعاش پیدا ہوگا، ایک آدھ چھوٹا سا دائرہ جنم لے گا اور جلد ہی پانی کا سکون پھر بحال ہو جائے گا۔ لیکن بپھرے ہوئے دریا کے شوروغوغا اور ہنگامہ آرائی کرتے ہوئے بے قابو پانی میں ارتعاش پیدا کرنا نہ کسی عام پتھر کے بس کی بات ہے اور نہ کسی لاابالی کے دست و بازو میں اتنی قوت ہوتی ہے کہ وہ منہ زور سیل رواں میں ایسی چٹان پھینک سکے کہ اچھے بھلے جیتے جاگتے انسان ایک نئے کھڑاک کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ یہ صرف اُس شخص کے بس کی بات ہے جو لپٹا ہوا رومال جھاڑے تو اُس میں سے کبوتر اُڑ جائے جو کوے کو سفید قرار دے تو ایک بڑا گروہ بلکہ پورے شہر کا شہر کوے کی سفیدی پر دلائل دیتا سنا اور دیکھا جائے۔ ہمیں کوئی پہیلی نہیں بجھانا صرف الطاف حسین اور اُن کی مارشل لا کے لئے لگائی گئی صدا کا ذکر خیر کرنا ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ خالصتاً مغربی جمہوریت اور بھاری بوٹوں والا مارشل لاء ہمارے نزدیک ہر دو لعنت ہیں۔ ہمیں یہ کہنے میں رتی بھر تامل نہیں کہ وہ جمہوریت جو مادر پدر آزاد ہو جو کیا ون فی صد کی حمایت سے ہر قسم کا فیصلہ کرنے میں آزاد ہو اور اُس کی پارلیمنٹ کے سر پر کسی بنیادی اصول یا ضابطے کی تلوار نہ لٹکتی ہو یہاں تک کہ دو مردوں کی شادی کرانے کا غیر فطری اور غیر اخلاقی قانون پاس کرنے کا اختیار بھی رکھتی ہو، ایسی جمہوریت شرک ہے اور ظلم عظیم ہے۔ رہی بات مارشل لاء کی تو یہ بیچارہ ملک پہلے ہی چار مارشل لاء بھگتا چکا ہے۔

آیئے! پہلے مارشل لاؤں کے ادوار کا مختصر جائزہ لیں۔ پہلے مارشل لاء کے دوران سندھ طاس معاہدہ ہوا جو کبھی ہمیں پانی کی بوند بوند کا محتاج کر دیتا ہے اور کبھی ہمیں ڈبو دیتا ہے۔ بنگالی اور غیر بنگالی میں دشمنی کا بیج بھی اسی دور میں بویا گیا۔ اگلے مارشل لاء کے سر پہ سہرا ہے کہ اُس نے پاکستان کو اپنے ازلی دشمن سے عبرت ناک شکست دلائی اور غیور فوجیوں کو دشمن کے آگے ہتھیار پھینکنے کا زخم دیا۔ تیسرا مارشل لاء یعنی ضیاء الحق مارشل لاء جسے کہنے کو ایک شریف مارشل لاء کہا جا سکتا ہے لیکن اس مارشل لاء میں اسلام کے ادھورے ضابطے نافذ کیے گئے۔ ایسا اسلام جو حکمران کی کرسی کو گزند نہ پہنچائے، پھر یہ کہ نافذ کرنے کی ادھ موئی کوشش کی گئی۔ ایک لحاظ سے یہ بدترین مارشل لاء تھا۔ سیکولر طبقے اور دشمنان اسلام کو بھرپور موقع ملا کہ وہ شرعی قوانین کو ناقابل عمل قرار دے دیں۔ ضیاء الحق کی اسلام کے ساتھ ہیرا پھیری سے ان لوگوں کو جرأت ہوئی کہ وہ اسلام کو بوسیدہ اور دقیانوسی مذہب کہہ سکیں۔ پاکستان کے ہاتھوں سیاچین بھی اسی ضیائی مارشل لاء میں نکل گیا۔ اس کی سزا بیچارے فوجی آج بھی ہزاروں فٹ کی بلندی پر بھگت رہے ہیں۔ تازہ ترین پرویزی مارشل لاء جو ہاتھوں میں کتے لے کر برآمد ہوا، حقیقت یہ ہے کہ اس مارشل لاء نے قوم سے اُس کا شرف چھین لیا۔ صدر مشرف اسم غیر مسمیٰ ہونے کی بہترین مثال تھا۔ حقیقی بصارت سے عاری اس آنکھوں والے اس اندھے نے امریکہ اور بھارت کے سامنے سجدہ ریز ہو کر ہماری کٹیا ہی ڈبو دی۔ بالآخر نہ صرف وہ ذلیل و رسوا ہوا بلکہ وہ قوم جس کی ’’پاک فوج کو سلام‘‘ کا نعرہ لگاتے لگاتے زبان نہیں سوکھتی تھی، ملعون پرویز کے دور میں فوج کی ساکھ کو اتنا گرا دیا گیا کہ کوئی فوجی عوام میں وردی پہن کر نہیں آ سکتا تھا۔

الطاف حسین کی تجویز اور فوجی حکمرانوں کی زبردست مخالفت کا ہرگز ہرگز یہ مطلب نہیں کہ ہم پاکستان کے سیاسی اور نام نہاد جمہوری لیڈروں کی کسی بھی درجہ میں تائید یا حمایت کرتے ہیں بلکہ اگر سول اور فوجی حکمرانوں کا تقابلی جائزہ لیا جائے تو جہاں فوجیوں نے درج بالا ہمالائی غلطیوں کا ارتکاب کیا وہاں کچھ نہ کچھ عوامی مفادات کے کام بھی کیے لیکن ان نام نہاد جمہوری بازی گروں نے تو دو کام ہی زوردار انداز میں کیے: ایک جس کے جو ہاتھ آیا اُس نے لُوٹا اور دوسرا باہمی جنگ و جدل اور تو تکار میں اپنا اور قوم کا وقت ضائع کیا۔ ہم تو مارشل لاء کی مخالفت اس

تا خلافت کی بِنا‘ دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

جلد 19 — شمارہ 35

20 تا 26 رمضان المبارک 1431ھ
31 اگست تا 6 ستمبر 2010ء

بانی: **اقتدار احمد مرحوم**

مدیر مسئول: **حافظ عاکف سعید**

نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت

ایوب بیگ مرزا
محمد یونس جنجوعہ

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد‘ **طابع**: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس‘ ریلوے روڈ‘ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:

67-اے‘ علامہ اقبال روڈ‘ گڑھی شاہو‘ لاہور-54000
فون: 36316638-36366638 فیکس: 36271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org

مقام اشاعت: 36-کے‘ ماڈل ٹاؤن‘ لاہور-54700
فون: 35869501-03 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون

اندرونِ ملک...... 450 روپے

بیرون پاکستان

انڈیا------------------(2000 روپے)
یورپ‘ ایشیا‘ افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ‘ کینیڈا‘ آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)

ڈرافٹ‘ منی آرڈر یا پے آرڈر
’’مکتبہ خدام القرآن‘‘ کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

’’ادارہ‘‘ کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

لئے کرر ہے ہیں کہ بڑے بوڑھے کہتے ہیں کہ آزمودہ را آزمودن جہل است۔ ہم جرنیلوں کی روشن خیالیوں کے ڈسے ہوئے ہیں اور اُن کی رنگ رلیوں سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ وگرنہ اگر کوئی ایسا جرنیل حکومت پر قابض ہو جاتا ہے جو نہ صرف امن و امان قائم کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے بلکہ اسلام کے نظام عدل اجتماعی کو اس کی حقیقی روح کے ساتھ نافذ کر دے، شریعت کی بالادستی قائم ہو جائے اور اسلام کو فرماں روائی عدلیہ سے لے کر پارلیمنٹ تک اور حکومتی سیکریٹریٹ سے لے کر بازار تک اپنے اجلے پن کے ساتھ نظر آئے تو ایسے جرنیل کا نہ صرف ہم خیر مقدم کریں گے تاہم اُس کے راستے میں آنکھیں بچھائیں گے اور اُس کے ہر حکم کی تعمیل اپنا دینی فریضہ سمجھتے ہوئے ایک ادنیٰ خادم کی مانند کریں گے۔ ناممکن کچھ نہیں لیکن بلکہ ہماری رائے میں اوپر سے اسلام کا مسلط اور نافذ ہونا انتہائی مشکل ہے اور ہمارے مسائل حل نہیں ہو سکتے۔ ہم مصائب سے نجات نہیں حاصل کر سکتے جب تک موجود دقیانوسی اور گلا سڑا نظام تبدیل نہیں ہوتا اور یہ نظام تبدیل نہیں ہوگا جب تک اس کی اکائی اور بنیادی یونٹ یعنی فرد اور گھرانہ تبدیل نہیں ہوتے۔ یہی تبدیلی اوپر کی طرف سفر کرے گی۔ قیادت وقتی اور عارضی طور پر اس کی مزاحمت کرے گی لیکن عوام میں اگر حقیقی تبدیلی آ گئی تو قیادت زیادہ دیر تک اس کے راستے میں حائل نہیں ہو سکے گی۔ اور اگر کوئی جرنیل یہ کارنامہ سرانجام دے سکتا ہے اور ناممکن کو ممکن میں بدل سکتا ہے تو ہمیں بہر حال آم کھانے سے غرض ہے، پیڑ گننے سے نہیں۔ البتہ اگر کسی کی تبدیلی سے یہ مراد ہے کہ آصف زرداری اور گیلانی چلے جائیں اور نواز شریف یا چوہدری شجاعت آ جائیں تو ہمیں اپنے زخموں پر نئی مکھیاں نہیں بٹھانی، پرانی مکھیاں ہمارے زخموں سے خون چوس چوس کر خاصی سیر ہو گئی ہوں گی۔ بھرے ہوئے پیٹ والے خالی پیٹ والوں سے بہتر ہیں۔ ایسی تبدیلی محض دھوکہ ہوگی اور یہ قوم مزید کسی دھوکہ کی متحمل نہیں۔

ہم آخر میں عوام و خواص کی خدمت میں عرض گزار ہیں کہ آپ نے مغربی جمہوریت کا مزہ بھی چکھ لیا، پارلیمانی نظام بھی دیکھ لیا اور صدارتی نظام بھی سہہ لیا۔ ہم نے برسوں جرنیلوں کے مارشل لاء بھی دیکھ لئے، کبھی بنیادی جمہوریت کبھی حقیقی جمہوریت اور کبھی غیر جماعتی انتخابات، کبھی ان پڑھ اسمبلیاں اور کبھی گریجویٹ اسمبلیاں لیکن حاصل صفر۔ اندرون ملک غربت، بیماری، جہالت، مہنگائی اور باہمی لڑائی مارکٹائی اور بیرونِ ملک ذلت و نکبت، بدنامی اور بداعتمادی اور پیشہ ور بھکاری ہماری پہچان بن گئی۔ آیئے، ایک مرتبہ صرف ایک مرتبہ خالق کائنات کے دیئے ہوئے نظام کو بھی اپنا دیکھیں۔ آیئے، ایک مرتبہ صرف ایک مرتبہ سنت رسولؐ کی پیروی کرتے ہوئے خلفائے راشدین کے دور کا نظام آزما کر دیکھیں، جہاں حکمران فرات کے کنارے مرنے والے کتے کے بھی خود کو ذمہ دار سمجھتے تھے۔ جس نظام میں زیور سے لدی پھدی دوشیزہ صحرا عبور کر جاتی ہے اور کسی کو میلی آنکھ سے دیکھنے کی جرأت نہیں ہوتی۔ جس نظام میں صاحبِ نصاب زکوٰۃ ہاتھ میں لئے لئے پھرتا ہے اور کوئی لینے والا نہیں ملتا۔ اور جمہوریت کے چیمپئن اور دعویٰ داروں کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ وہ نظام جس میں منبر رسولؐ پر کھڑے حکمران سے پوچھا جا سکے کہ آپ کا یہ کرتہ کیسے بن گیا، جواب دیں۔ احتساب کا ایسا نظام جس کے سامنے آج کی نام نہاد جمہوریت بھی سر نہ اُٹھا سکے۔ ہمیں ایسی تبدیلی کی ضرورت ہے، ہمیں ایسے انقلاب کی ضرورت ہے، ہمیں ایسے نظام کی ضرورت ہے۔ سیاست دان یہ جان لیں کہ اگر کوئی حقیقی تبدیلی نہ آئی تو صرف الطاف حسین ہی نہیں ہر ہر پاکستانی پکار اُٹھے گا ''مجھے میری جمہوریت سے بچاؤ۔''

بیابہ مجلس اسرار

جدید اسلامی ریاست؟

اگر عہد حاضر کی جمہوری ریاست کے تصورات میں صرف دو تبدیلیاں کر دی جائیں تو وہ ''جدید اسلامی ریاست'' کی صورت اختیار کر لے گی۔ پہلی تبدیلی یہ کہ سیکولرازم کے تصور کو نکال دیا جائے اور اسلام کو صرف ''سرکاری مذہب'' کے طور پر نہیں بلکہ دین اور دنیا اور مذہب و ریاست کی جامع حقیقت کے طور پر پورے نظامِ زندگی پر غالب و نافذ کر دیا جائے اور دوسری تبدیلی یہ کہ ''وطنی قومیت'' کی بجائے ''مسلم قومیت'' کو بطورِ اساس قبول کیا جائے۔

اس کے عملی نتیجے کو سادہ ترین الفاظ میں یوں بھی بیان کیا جا سکتا ہے کہ — عہد حاضر کے کسی بھی جمہوری نظامِ حکومت میں، خواہ وہ پارلیمانی ہو خواہ صدارتی، اور خواہ وحدانی ہو، خواہ وفاقی، اگر تین چیزیں شامل کر لی جائیں، جو باہم لازم و ملزوم اور ایک دوسرے کے منطقی نتیجے کی حیثیت رکھتی ہیں تو وہ اسلامی ریاست بن جائے گی۔ یعنی:

1۔ اولاً یہ تسلیم کیا جائے کہ یہاں حاکمیت اصلاً اللہ کی ہے اور انسان کے پاس صرف ''خلافت'' ہے۔

2۔ دوسرے یہ کہ یہاں کتاب اللہ اور سنتِ رسول ﷺ کو ہر چیز پر بالاتری اور بالادستی حاصل ہوگی اور کوئی قانون کتاب و سنت کے منافی نہیں بنایا جا سکے گا — اور

3۔ تیسرے یہ کہ اگرچہ جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت اور عقیدے، عبادات اور پرسنل لاء کی آزادی کی ضمانت کے حق میں بلالحاظِ رنگ و نسل اور بلا امتیاز عقیدہ و مسلک تمام شہری برابر کے شریک ہوں گے، لیکن قانون سازی کے عمل اور ریاست کے بلند ترین پالیسی کے تعین و تشکیل میں صرف وہی لوگ شریک ہو سکیں گے جو اللہ اور محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان رکھتے ہیں۔

قصہ مختصر، اگر ہماری نیت اور ارادہ پاکستان میں فی الواقع ایک حقیقی اسلامی ریاست قائم کرنے کا ہے تو اس کے لیے لازم ہے کہ ملک کے دستورِ اساسی کی نافذ العمل اور واجب العمل دفعات میں قراردادِ مقاصد کو دفعہ 2 کی حیثیت دینے کے فوراً بعد اس دفعہ کو شامل کیا جائے کہ ''یہاں اللہ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی سنت کو ہر معاملے میں مطلق بالادستی حاصل ہوگی اور کسی بھی سطح پر کوئی قاعدہ یا قانون ایسا نہیں بنایا جا سکے گا جو کتاب و سنت کے منافی ہو!'' اور اس کی عملی تنفیذ کا یہی راستہ اختیار کیا جائے کہ ہر شہری کو حق حاصل ہو کہ اس پہلو سے کسی بھی معاملے میں اعلیٰ عدالتوں کے در پر دستک دے سکے اور ملک کی اعلیٰ ترین عدالت کو یہ اختیار حاصل ہو کہ اس اصول کی بنیاد پر کسی بھی قانون یا قاعدے کو جزوی یا کلی طور پر کالعدم قرار دے سکے!

زلزلے اور سیلاب، قومی جرائم کی سزا

نجات کا واحد راستہ توبہ اور صرف توبہ ہے

20 اگست 2010ء مسجد جامع القرآن قرآن اکیڈمی لاہور میں
امیر تنظیم اسلامی محترم **حافظ عاکف سعید** صاحب کا خطابِ جمعہ

[سورۃ الروم کی آیات 41 تا 44 کی تلاوت اور خطبۂ مسنونہ کے بعد]

حضرات! آپ کو یاد ہوگا کہ پچھلے جمعہ میں سورۃ الانفال کی چند آیات کی روشنی میں قدرتی آفات کے اسباب پر گفتگو ہوئی تھی۔ آج میں نے سورۃ الروم کی چند آیات کی تلاوت کی ہے۔ اِن آیات میں بھی ہمارے موجودہ حالات کے حوالے سے رہنمائی ہے۔ فرمایا:

﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ (41)﴾ (الروم)

''خشکی اور تری میں لوگوں کے اعمال کے سبب فساد پھیل گیا ہے، تاکہ اللہ ان کو ان کے بعض عملوں کا مزہ چکھائے، عجب نہیں کہ وہ باز آجائیں۔''

فساد دو طرح کا ہے۔ فساد کی ایک شکل تو وہ ہے جو لوگوں کی باہمی ناانصافی اور ظلم و زیادتی کی وجہ سے ظاہر ہوتی ہے۔ اس سے ہر طرف انارکی اور انتشار کا دور دورہ ہوتا ہے۔ معاشرے میں ''جس کی لاٹھی اُس کی بھینس'' کا جنگلی ضابطہ نافذ ہوتا ہے۔ کسی کی بھی جان و مال اور عزت و آبرو محفوظ نہیں ہوتی۔ یہ فساد آسمانی ہدایت سے روگردانی کا نتیجہ ہوتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی بعثت سے پہلے انسانیت کفر و شرک، ظلم و جور اور بے اعتدالی و بے انصافی کے اندھیروں میں بھٹک رہی تھی۔ اِس کی وجہ یہی تھی کہ اُس نے آسمانی ہدایت سے ناتا توڑ لیا تھا۔ آج بھی دنیا میں جنگل کا قانون اس لیے نافذ ہے کہ نام نہاد تہذیب کے دعویداروں نے آسمانی شریعت سے تعلق توڑ کر ''سیکولرازم'' کو اختیار کرلیا ہے، جو خدا کے خلاف تاریخ انسانی کی سب سے بڑی بغاوت ہے۔ فساد کی دوسری صورت تباہ کن زلزلے، خوفناک سیلاب اور دیگر قدرتی آفات ہیں، جو انسانی بستیوں کو تاراج کردیتی ہیں۔

اِس آیت میں فساد اور تباہی کی بابت بہت اہم حقیقت بیان ہوئی ہے۔ فساد کی ہر دو شکلوں کا تعلق انسانوں کے بُرے اعمال سے ہے۔ یہ سب انسان کے اپنے ہاتھوں کی کمائی ہوتی ہے۔ اِس آیت میں دائمی طور پر آگاہ کردیا گیا کہ جب انسان آسمانی ہدایت سے دور ہوگا تو خود بھی ظلم و ستم کا بازار گرم کرے گا، اور اُس کی بداعمالیوں کا نتیجہ قدرتی آفات، زلزلوں، سیلابوں اور طوفانوں کی صورت میں بھی نکلے گا۔ اگرچہ دنیا دارالجزا نہیں، دارالجزا آخرت ہے۔ انسان کو اپنے اعمال کا اصل صلہ وہیں ملے گا، مگر جب کبھی ظلم و ناانصافی اور شریعت سے روگردانی حد سے بڑھ جائے تو اللہ تعالیٰ اس کی کچھ سزا دنیا میں بھی دیتا ہے۔ مقصد یہ ہوتا ہے کہ غفلت میں پڑے لوگ جاگ جائیں، اور اللہ اور اُس کے دین کی جانب رجوع کرلیں۔

آج ہم جس سیلاب کی زد میں ہیں، یہ ہمارے اجتماعی جرائم کی سزا ہے۔ یہ اُس عہد شکنی کا نتیجہ ہے جو ہم نے اللہ سے کی۔ ہم نے تحریک پاکستان کے زمانے میں اللہ سے وعدہ کیا تھا کہ خدایا، ہمیں ایک الگ خطہ زمین عطا فرمادے، جس میں ہم تیرا دین نافذ کرسکیں، جسے پوری دنیا کے لیے اسلام کا نمونہ بناسکیں۔ خدایا، ہم یہاں ہندوؤں کے ساتھ رہ کر یہ کام نہیں کرسکتے۔ اگر ہمیں الگ آزاد، خودمختار قطعہ زمین میسر آگیا تو ہم اُسے اسلام کی تجربہ گاہ بنادیں گے۔ ہمیں بتایا جائے کہ آج وہ اسلام کہاں ہے؟ جس کے نفاذ کا ہم نے وعدہ کیا تھا، جس کے لیے آگ اور خون کے دریا عبور کیے تھے۔ ہم اسلام تو کیا نافذ کرتے، اسلام کے ساتھ ہمارا تعلق پہلے سے بھی کمزور ہوگیا۔ ہم اسلام سے اور بھی دور ہوگئے۔ ہم نے اس معاملے میں انڈیا کے مسلمانوں کو بھی پیچھے چھوڑ دیا، جن کے متعلق بظاہر ہمارا خیال یہ ہوتا ہے کہ وہ دین پر عمل کے حوالے سے ہم سے کمزور ہیں۔ ٹھیک ہے، ہم میں سے کچھ لوگ نماز روزہ کی پابندی کرتے ہیں مگر نماز روزہ کی پابندی تو انڈیا کا مسلمان بھی کرتا ہے۔ وہ بھی ہماری طرح حج عمرے کرتے ہیں، بلکہ اُن کی حکومت تو انہیں سبسڈی بھی دیتی ہے جبکہ ہماری حکومت آئے روز ٹیکس لگاتی اور حج کرایے بڑھاتی ہے۔ دین کا نظام عدل و قسط تو یہاں بھی نہیں اور وہاں بھی نہیں ہے۔ تاہم انڈیا کا مسلمان اس حوالے سے ہم سے بہتر پوزیشن میں ہے کہ اُس نے ہندو اکثریتی مملکت میں بھی اپنے عائلی قوانین کا تحفظ کیا ہے۔ 1985ء میں کلکتہ کی ہائی کورٹ نے مسلمانوں کے عائلی قوانین میں مداخلت کی تو اُنہوں نے ایک زبردست تحریک چلائی، لاکھوں کے مظاہرے کیے اور جانیں دیں۔ جس کے نتیجے میں راجیو گاندھی کو پارلیمنٹ کے اندر یہ اعلان کرنا پڑا کہ آئندہ کوئی عدالت مسلمانوں کے عائلی قوانین میں مداخلت نہیں کرسکتی۔ اِدھر ہمارا حال یہ ہے کہ 1962ء سے ہم پر وہ عائلی قوانین مسلط ہیں، جنہیں تمام مکاتب فکر نے متفقہ طور پر خلاف اسلام قرار دیا، مگر ان قوانین کو تبدیل کرنے کے لیے ہم نے آج تک کوئی تحریک نہیں چلائی۔ ملک کا نام تو اسلامی جمہوریہ پاکستان ہے مگر یہ کتنی کھلی منافقت ہے کہ ایک طرف تو آئین میں لکھا ہے کہ یہاں کوئی قانون کتاب و سنت کے منافی نہیں بن سکتا، اور دوسری جانب ایسے سراسر خلاف شریعت قوانین بھی چلے آتے ہیں۔ انفرادی سطح پر بھی ہمارا حال یہ ہے کہ ہندوانہ رسومات اور مغربی تہذیب کو سینے سے لگا رکھا ہے۔ شادی بیاہ کے موقع پر ہندوانہ رسومات کے بغیر شادیاں ہو ہی نہیں سکتیں۔ کیا یہ طرزِ عمل مسلمانی ہے؟ ہمیں ٹھنڈے دل سے اس پر غور کرنا چاہیے۔

پچھلے دنوں ''خبریں فورم'' میں موجودہ صورتحال کے حوالے سے ایک مذاکرہ ہوا۔ یہ بات خوش آئندہ ہے کہ مذاکرے کے تمام ہی شرکاء نے یہ بات کہی کہ ہمارے ہاں جو سیلاب آیا ہے یہ اللہ کا عذاب ہے، لہٰذا ہمیں توبہ کرنی چاہیے، اللہ سے استغفار کرنا چاہیے۔ میں نے اپنی گفتگو میں کہا کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ اللہ کا

عذاب ہے اور اس پر ہمیں اللہ تعالیٰ کی جناب میں توبہ کرنی چاہیے، لیکن یہ بات بھی تو واضح کی جانی چاہیے کہ ہم کس بات پر توبہ کریں؟ یہ بات بھی تو لوگوں کو بتائی جائے کہ ہمارے اجتماعی جرائم کیا ہیں؟ یہ کہہ دینا کہ ہم نے غلط لوگوں کو ووٹ دیا، اور وہ برسرِ اقتدار آ گئے، لہٰذا ہم عذاب میں گھر گئے، درست نہیں۔ اس لیے کہ زرداری اینڈ کمپنی تو خود عذاب کی شکل ہے۔ یہ تو ہماری شامت اعمال ہے کہ ایسے لوگ ہم پر مسلط ہیں جو ہمارے معاملے میں نہ اللہ کا خوف رکھتے ہیں اور نہ ہم پر رحم کرتے ہیں۔ احادیث میں ایسے حکمرانوں کے مسلط ہو جانے سے اللہ کی پناہ مانگی گئی ہے۔

ہمارا اصل اور بنیادی جرم نفاذ اسلام کے اُس وعدے سے انحراف ہے جو ہم نے تحریک پاکستان کے دوران اللہ سے کیا تھا۔ سیدھی سی بات ہے کہ اللہ نے ہمیں ایک ضابطۂ حیات دیا ہے۔ ہمیں بتا دیا گیا کہ یہ فرائض و واجبات ہیں، اِن کو اختیار کرو اور یہ حرام چیزیں ہیں، ان کے قریب بھی نہ جاؤ۔ یہ بندوں کے حقوق ہیں اور یہ اللہ کے حقوق ہیں، ان کو ادا کرو۔ اللہ کا ایک حق یہ بھی ہے کہ اُسی کو حاکم مانا جائے۔ قرآن مجید نے بتا دیا ہے کہ حاکمیت اعلیٰ کی سزاوار اللہ کی ذات ہے۔ اس لیے تمہیں اپنی اجتماعی حیات میں بھی فیصلے اُسی کی دی گئی شریعت اور قانون کے مطابق کرنے ہیں۔ اور ساتھ ہی یہ تنبیہ بھی فرما دی کہ جو لوگ قانونِ شریعت کے مطابق فیصلے نہ کریں وہی ظالم، فاسق اور کافر ہیں۔ مسلمانوں کا معاشرہ ہو، انہوں نے زبان سے تو اللہ کو رب مانا ہو، مگر اُس کے قانون و شریعت اور نظام کو قائم نہ کریں تو یہ روش کہاں کی مسلمانی ہے۔ یہ تو اللہ سے بغاوت ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ اس بات کا اعلان ہے کہ خدایا، تو نے تو ہمیں نظام دیا ہے، مگر (معاذ اللہ) ہم تیرا نظام نہیں چلنے دیں گے، ہم زمین پر اپنا نظام نافذ کریں گے۔ اگر دیکھا جائے تو ہمارے ہاں یہی ہو رہا ہے۔ ایک طرف دستور میں لکھا ہے کہ ملک میں قرآن و سنت کے منافی کوئی قانون نہیں بن سکتا، مگر ساتھ ہی غیر اسلامی قوانین بھی بن رہے اور چل رہے ہیں، عرصہ دراز سے ہم پر غیر اسلامی عائلی قوانین بھی مسلط چلے آتے ہیں۔ عجیب بات ہے کہ ہم نے قراردادِ مقاصد میں یہ تسلیم کر رکھا ہے کہ حاکمیت اعلیٰ اللہ تعالیٰ کی ہے، مگر پھر بھی اُس حاکم کا قانون نافذ نہیں کرتے۔ ہم نے اسلامی نظریاتی کونسل بنائی، تاکہ وہ نفاذ اسلام کے لیے سفارشات دے۔ کونسل نے اس کام کے لیے بڑی محنت کی اور نفاذ اسلام کے لیے ہزاروں صفحات پر مشتمل وقیع سفارشات تیار کیں، مگر ہم نے انہیں عملی جامہ پہنانے کی بجائے کولڈ سٹوریج کی نذر کر دیا۔ ہمارے ہاں حدود آرڈیننس ہی اسلام کے مطابق تھا۔ پرویزی عہدِ اقتدار میں اُس میں جس طور سے ترامیم کی گئیں، اُس سے اُس کا بھی حلیہ بگڑ گیا۔ یہ کتنی کھلی جسارت اور دیدہ دلیری ہے کہ تمام مکاتب فکر کے علماء نے کہا کہ تحفظ حقوق نسواں بل کے نام سے اس بل میں مجوزہ ترامیم غیر اسلامی ہیں، پھر بھی ہماری پارلیمنٹ نے دھڑلے سے یہ بل پاس کر لیا اور اُسے نافذ کیا۔ ہمارا یہ طرزِ عمل یہ بتاتا ہے کہ ہمیں اسلام نہیں چاہیے، ہمیں تو انگریز کی جمہوریت والا فرسودہ نظام درکار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ چونسٹھ سال گزرنے کے باوجود تھانہ کچہری میں اب تک وہی نظام چلا آتا ہے، جو ہمارے برطانوی آقا چھوڑ گئے تھے۔ ہم مسلمان ہوتے ہوئے اپنے ملک میں شرک، فحاشی، بے حیائی، جوئے، جادو ٹونے، سودی معیشت کو فروغ دے رہے ہیں، جبکہ اللہ نے ہمیں ان چیزوں سے سختی سے منع کیا ہے۔ اور جن چیزوں کو فروغ دینا چاہیے تھا اُن کا ہمیں کوئی احساس ہی نہیں۔ ستر و حجاب، والدین کا ادب و احترام، عفت و عصمت، حیا، معاشی میدان میں غیر سودی معیشت، عدل و انصاف، محتاج لوگوں کی کفالت یہ وہ چیزیں ہیں جو آج معاشرے میں عنقا ہیں۔ یہ روش شریعت سے کھلم کھلا بغاوت نہیں تو اور کیا ہے۔ یاد رکھیے، جب تک ہم دین و شریعت سے انحراف کے جرم سے باز نہیں آتے، تب تک ہم اللہ کے باغیوں میں شمار ہوں گے، اور باغیوں کو کبھی اعزازات نہیں دیے جاتے، سزا دی جاتی ہے۔ اور ہمارا یہ جرم اجتماعی ہے، اس میں صرف حکمران اور علماء ہی نہیں پوری قوم شریک ہے، پوری قوم نے اسلام اور نفاذ اسلام کو اپنی ترجیح اول نہیں بنایا، لہٰذا اللہ کا عذاب تو آنا ہی تھا۔ اللہ افراد کی لغزشوں کو معاف بھی فرما دیتا ہے، مگر اجتماعی جرائم کی سزا مل کر رہتی ہے ؎

فطرت افراد سے اغماض بھی کر لیتی ہے
کبھی کرتی نہیں ملت کے گناہوں کو معاف!

اگر اجتماعی نظام غلط ہو تو یہ وہ جرم ہے جس پر لوگوں کو معاف نہیں کیا جاتا۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ قوم کو اس جرم کا احساس دلایا جائے اور بتایا جائے کہ نفاذِ شریعت کی کیا اہمیت ہے اور اس کے بغیر ہم کس طرح غیر اسلامی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ عوام کے اندر ایمانی غیرت اور رجوع الی اللہ کا جذبہ بیدار کیا جائے، اپنی زندگی سے اسلام کے خلاف چیزیں نکالنے کا داعیہ پیدا کیا جائے۔ جب تک ہم شریعت سے غداری کے جرم کا ازالہ نہیں کریں گے، ہمارے حالات ٹھیک نہیں ہوں گے۔ نائن الیون کے بعد اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ہر محاذ پر یلغار کی جانے لگی۔ توہین آمیز خاکے بنانے کی جسارت کی گئی، جس سے ہمارے دلوں کو شدید ٹھیس پہنچی۔ اُس پر ہم نے احتجاج کیا۔ ظاہر ہے، یہ تو تحفظ ناموس رسالت کا ایک ادنیٰ تقاضا تھا، مگر دشمنوں نے ہمارے احتجاج کو پرِ کاہ برابر حیثیت نہیں دی۔ پھر یہ کہ اس ملک کے اندر امریکہ کو کھل کھیلنے کی اجازت دی گئی۔ امریکی دباؤ پر قومی ہیرو ڈاکٹر عبد القدیر خان کے ساتھ انتہائی ناروا رویہ اپنایا گیا۔ اُس موقع پر بھی قوم میں سخت ردِ عمل پیدا ہوا۔ میں نے ہر موقع پر یہی بات کہی کہ دراصل یہ سب ہمارے شریعت سے انحراف کے جرم کی سزا ہے جو ہمیں مختلف شکلوں میں مل رہی ہے۔ شیطان کے ایجنٹ، یہود و نصاریٰ کی شیطانی حرکات اور ہمارے داخلی معاملات میں بڑھتی ہوئی مداخلت ہماری زبوں حالی کی علامات ہیں۔ اور اگر ہم اپنے گناہوں پر توبہ نہ کریں گے تو یہ کیفیت ختم نہ ہو گی، بلکہ یہ اندیشہ ہے کہ حالات بد سے بدتر ہوتے چلے جائیں گے۔

دین و شریعت سے دوسری بغاوت ہم نے نائن الیون کے بعد کفر و اسلام کے عالمی معرکے میں عالم کفر کا ساتھ دے کر کی۔ اس جنگ میں ایک طرف امریکہ اور اُس کا صلیبی وصیہونی ٹولہ تھا، جو اپنے مذموم مقاصد کے لیے، اسلام کے نوخیز پودے کو جڑ سے اکھاڑنے کے لیے میدان میں آیا تھا، اور دوسری جانب طالبان مجاہدین تھے، جو اسلامی ریاست کا دفاع کر رہے تھے۔ ہم نے اس جنگ میں امریکہ کا ساتھ دیا اور ابلیس کے ایجنٹوں کو تقویت پہنچائی۔ یہود و نصاریٰ تو مغضوب اور ضالین ہیں، اور اُن کے راستے سے بچنے کی ہم ہر نماز میں دُعا مانگتے ہیں مگر افسوس کہ عملاً ہم انہی کے راستے پر چلے، انہی کو سپورٹ کیا۔

یہ ہیں ہمارے وہ بڑے جرائم جن کی سزا ہمیں مل رہی ہے۔ یہ تجزیہ درست نہیں کہ ہمارا حکمران طبقہ خراب ہے، عوام تو اسلام چاہتے ہیں، وہ اسلام کے خیر خواہ ہیں، اگر اس طبقہ سے جان چھڑا لی جائے، تو سارا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ اصل بات یہ ہے کہ خرابی خواص اور عوام دونوں میں ہے۔ دونوں نے دین سے انحراف کا جرم کیا ہے۔ ایک ہی مثال دیکھ لیں۔ کیا عوام کے ہاں شرعی پردے کا اہتمام ہے؟ کیا وہ فحاشی و عریانی سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں؟ کیا وہ سودی معیشت سے نفرت کرتے ہیں؟ اگر ایسا نہیں ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم سب مجرم ہیں۔ ایسی صورت میں ہمیں سزا کیوں نہ ملے گی۔

اللہ کے عتاب اور عذاب سے نجات کا واحد راستہ اُس کے حضور سچی توبہ ہے۔ اگر ہم اُس کی طرف سچے دل

سے رجوع ہوں تو وہ ہماری توبہ قبول فرمائے گا۔ توبہ میں دیر نہیں کی جانی چاہیے۔ قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر انسان راہ حق پر چل رہا ہو، اُس کا رُخ شریعت کی طرف ہو اور اُس سے کبھی کوئی غلطی ہو جائے، اور وہ فوراً اللہ کی طرف رجوع کر لے تو اللہ اُسے معاف فرما دیتا ہے۔ ایسے لوگوں کی توبہ کو قبول کرنا اللہ نے اپنے ذمہ لیا ہے۔

"اللہ انہیں لوگوں کی توبہ قبول فرماتا ہے جو نادانی سے بری حرکت کر بیٹھتے ہیں پھر جلد توبہ کر لیتے ہیں۔" (النساء:17)

لیکن اگر علانیہ احکام شریعت کی خلاف ورزی کی جائے، یہ طے کر لیا جائے کہ الٰہی، ہم نماز روزہ کی پابندی تو کریں گے، مگر تیرے فلاں فلاں احکام مشکل ہیں، ہمیں قبول نہیں۔ معیشت سے ہم سود کو خارج نہیں کر سکتے، معاشرت میں شرعی پردہ کا اہتمام نہیں کر سکتے اس لیے کہ پورے خاندان میں اجنبی ہو جائیں گے، ہماری بیٹیوں کے رشتے نہیں ہوں گے، تو یہ طرزِ عمل اللہ کے غضب کو دعوت دینے والا ہے۔ اللہ کے کسی حکم کو ماننا اور کسی کو نہ ماننا وہ جرم ہے، جس پر دنیا میں ذلت و رسوائی اور آخرت میں دردناک عذاب کی وعید سنائی گئی ہے۔ اس لیے کہ یہ طرزِ عمل بتاتا ہے کہ شریعت کو بازیچہ اطفال بنا لیا گیا ہے۔ اسلام کا مطالبہ تو یہ ہے کہ جب رب کو مانا ہے اور جب مسلمان کہلاتے ہو تو اللہ کا ہر حکم مانو۔ اسلام تو اس رویے کا نام ہے کہ اللہ کے ہر حکم کے آگے سر تسلیم خم کر دو، اُس کی مرضی کے آگے اپنی مرضی، اپنی سوچ، اپنی رائے، اپنے خیال، اپنے فکر و فلسفہ کو قربان کر ڈالو۔ خیر و بھلائی، حسن و خوبی تمہاری سوچ میں نہیں، اللہ کے احکام میں ہے۔

یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ توبہ محض زبان سے استغفر اللہ کہہ دینا نہیں ہے، بلکہ اس کا تقاضا یہ ہے کہ اپنے جرائم کا اعتراف اور اُن پر ندامت ہو، اور آئندہ کے لیے اِن جرائم کو ترک کر دیا جائے اور دین پر عمل شروع کر دیا جائے۔ یہ نہ ہو کہ استغفار بھی کئے جا رہے ہیں اور گناہوں کا تسلسل بھی ہے۔ ذہنوں میں یہ سوچ ہے کہ ہم شریعت کے بغیر بھی زندگی گزاریں گے تو ہمارے دین ایمان میں کوئی خاص فرق واقع نہیں ہوگا۔ نہیں بلکہ ہمیں پورے طور پر اسلام میں داخل ہونا ہوگا۔ نہ صرف خود اسلام پر عمل کیا جائے بلکہ اسلام کے نفاذ و قیام کے لیے جدوجہد بھی کی جائے، اس کے لیے اپنے جسم و جان کی صلاحیتیں، اپنے اوقات اور اپنے اموال لگائے جائیں جنہیں عام طور پر ہم نے دنیا بنانے کے لیے وقف کر رکھا ہے۔ ہمیں تو یہی حکم ہے کہ "اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کرو۔"

اگر قوم کی ایک قابل ذکر تعداد توبہ کرے تو اللہ ضرور ہماری دستگیری فرمائے گا، اُس کی رحمت ہم پر ضرور سایہ فگن ہوگی، ہمیں نہ صرف داخلی بحرانوں اور قدرتی آفات سے نجات ملے گی، بلکہ دنیا میں عزت و کامرانی اور سربلندی بھی عطا ہوگی۔ اس لیے کہ اگر ہم فی الواقع اللہ کے وفادار بنیں، ایمان کے تقاضوں کو پورا کریں تو اللہ کا سربلندی عطا کرنے کا وعدہ ہم ہی سے ہے۔ اللہ فرماتا ہے: "اور اگر تم مومن ہو تو تم ہی غالب رہو گے۔" (آل عمران:139) سورۃ الحج میں فرمایا: "اور جو اللہ کی مدد کرتا ہے اللہ اُس کی ضرور مدد کرتا ہے۔" (آیت:40)

اللہ کی مدد کیا ہے؟ اللہ کی مدد سے مراد اُس کے دین کے سربلندی کے لیے جدوجہد ہے۔ باطل قوتیں جنہوں نے دنیا میں اپنا قانون، اپنا نظام قائم کر رکھا ہے، دین و شریعت کی باغی ہیں۔ اللہ چاہتا ہے کہ اُن کے اقتدار کو جڑ سے اکھاڑ کر اسلام کا نظام عدل و قسط قائم کیا جائے۔ اس مقدس کام کے لیے جدوجہد کرنے والے اللہ کی مدد کرنے والے ہیں، اور اللہ ایسے لوگوں کی ضرور مدد فرمائے گا۔ یہ اُس کا وعدہ ہے، اور اللہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔

ہم اہل پاکستان کا حال یہ ہے کہ نہ صرف ہم نے اللہ کے نظام کے قیام کی جدوجہد نہیں کی بلکہ اپنے پڑوسی ملک افغانستان میں جہاں یہ نظام ابھی قائم ہو رہا تھا، اُس کے خاتمے کے ناپاک مشن میں امریکہ کی حمایت کا سنگین جرم بھی کیا۔ یہ ہماری بہت بڑی غلطی تھی۔ قوم اس پر سجدہ سہو کرے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ ایک طرف دین کے نفاذ و قیام کے لیے منظم تحریک برپا کی جائے اور دوسری جانب امریکہ کی اسلام کے خلاف جنگ سے فی الفور علیحدگی اختیار کی جائے۔ اُسے صاف بتا دیا جائے کہ اب ہم آپ کو سپورٹ نہیں کریں گے۔ پھر یہ بھی حقیقت ہے کہ امریکہ کے سامنے انکار کی جرأت تب ہی پیدا ہوگی جب ہم اللہ کا دامن پکڑیں گے، اور اسلام کی طرف پیش قدمی کریں گے۔ جماعت اسلامی ایک عرصے سے "گو امریکہ گو" ریلیاں نکال رہی ہے۔ یہ بہت اچھی بات ہے، لیکن میں نے کئی مواقع پر یہ بات کہی ہے کہ یہ ادھوری بات ہے۔ یہ بات مکمل تب ہوگی جب ہم "امریکہ سے رشتہ توڑو" کے ساتھ یہ بھی کہیں گے کہ "اللہ سے رشتہ جوڑو"۔ اگر ہم نے اللہ کے دامن کو نہ تھاما تو امریکہ کو کبھی نہ نکال سکیں گے۔ امریکہ کو نکالنے کے لیے اُس سے بڑی قوت کا سہارا درکار ہے۔ یہ قوت اللہ کی ہے۔ طالبان افغانستان نے اپنی تمام تر بے سروسامانی کے باوجود محض اللہ کے بھروسے پر امریکہ کو ناکوں چنے چبوا دیئے۔ کیا ہم اُن سے بھی سبق سیکھنے کو تیار نہیں ہیں؟ بہر حال اللہ کی مدد تب آئے گی جب ہم اللہ کے وفادار ہوں گے، اور اللہ کی شریعت کو نافذ کرنے کے لیے جدوجہد کریں گے، جب اسلام ہماری ترجیح اول بن جائے گا۔ ہم میں سے ہر آدمی کو یہ سمجھنا چاہیے کہ یہ جدوجہد میرا فریضہ ہے، یہ کام مجھے بہر صورت کرنا ہے اگر قوم ساتھ نہ بھی دے، مجھے پھر بھی اِسی راہ پر گامزن رہنا ہے۔ اگر ہماری جدوجہد سے دنیا میں اسلامی نظام نہیں آتا، ہمارے حالات تبدیل نہیں ہوتے، تو کیا ہوا؟ ہمیں اپنی جدوجہد، اپنا قبلہ درست کرنے پر اللہ آخرت میں کامیابی عطا فرمائے گا۔ یہی اصل کامیابی ہے، اور یہی ہمارا مطلوب و مقصود ہونا چاہیے۔ دُعا ہے اللہ تعالیٰ رمضان کی بابرکت ساعتوں میں انفرادی طور پر بھی ہم میں ہر شخص کو اپنا قبلہ درست کرنے کی توفیق دے، اور پوری ملت اسلامیہ پاکستان کو بھی توفیق دے کہ وہ دین کی طرف رجوع کرے (آمین)۔ یاد رکھیے، اگر ہم رجوع نہیں ہوں گے تو اللہ کا کچھ نہیں بگڑے گا۔ مسئلہ تو ہمارا ہے۔ ہم اللہ کے عذابوں سے نجات نہیں پا سکیں گے۔ اللہ نے پہلی قوموں کو بھی دین و شریعت سے انحراف کی سزا دی ہے۔ ہمیں اُن سے سبق حاصل کرنا چاہیے۔ یہی بات اگلی آیات میں کہی گئی ہے۔ فرمایا:

﴿قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلُ ۭ كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّشْرِكِيْنَ ۝ فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ الْقَيِّمِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ يَوْمَىِٕذٍ يَّصَّدَّعُوْنَ ۝ مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ ۚ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِاَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُوْنَ ۝﴾ (الروم)

"کہہ دو کہ ملک میں چلو پھرو اور دیکھو کہ جو لوگ (تم سے) پہلے ہوئے ہیں، ان کا انجام کیسا ہوا ہے۔ ان میں زیادہ تر مشرک ہی تھے۔ تو اس روز سے پہلے جو اللہ کی طرف سے آ کر رہے گا اور رک نہیں سکے گا دین (کے راستے) پر سیدھا منہ کئے چلے چلو، اس روز (سب) لوگ منتشر ہو جائیں گے۔ جس شخص نے کفر کیا تو اس کے کفر کا ضرر اسی کو ہے اور جس نے نیک عمل کئے تو ایسے لوگ اپنے ہی لئے آرام گاہ درست کرتے ہیں۔"

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دین پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

[مرتب: محبوب الحق عاجز]

روزہ اور ترکِ منکرات

ڈاکٹر محمد عبدالحیٔ

اس وقت ہمارے عوام کی یہ حالت ہے کہ دوسرے مذاہب کی طرح ہم نے بھی اپنے اسلام کو ایک رسمی مذہب سمجھ لیا ہے۔ اس بنا پر اپنی فہم کے مطابق رمضان المبارک کو بس اتنا سمجھ لیا کہ دن میں روزہ رکھ لیا، رات کو تراویح میں قرآن شریف سن لیا ہے اور صبح صادق سے پہلے سحری کھالی حالانکہ رمضان کا معاملہ یہیں تک نہیں ہے۔ رمضان شریف کا مرتبہ بلند ہے۔ زندگی کے ہر شعبے میں اور ہر وقت رمضان کا احترام عملاً ضروری ہے کہ رمضان شریف کی برکات حاصل ہوں مگر ہمارا یہ حال ہے کہ نمازیں بھی پڑھتے ہیں، تلاوت بھی کرتے ہیں، تسبیحات بھی پڑھتے ہیں اور ساتھ ساتھ شرعی احکام کی نافرمانی بھی ہوتی رہتی ہے۔ گناہ کبیرہ وصغیرہ بھی سرزد ہوتے رہتے ہیں۔ آنکھ بھی بہکتی رہتی ہے۔ زبان بھی بہکتی ہے اور غیبت بھی ہوتی رہتی ہے۔ دل بھی بہکتا ہے، ناپاک گندے خیالات بھی جمع ہوتے رہتے ہیں۔ اور فضول لغو افعال میں بھی وقت صرف ہوتا رہتا ہے۔ ایسے روزے کو حدیث شریف میں فاقہ کہا گیا ہے۔ ایسا روزہ بھی کس کام کا جس میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی بھی ہوتی رہے اور اس کا احساس بھی نہ ہو۔ ایسی صورت میں توبہ کی بھی توفیق نہیں ہوتی۔ روزہ تو پاکی کے ساتھ ہوتا ہے۔ جب تک آنکھیں، زبان، دل اور اعضاء وجوارح سب پاک نہیں ہوں گے، روزہ بے جان اور بے روح ہوگا اور روزے پر اللہ تعالیٰ نے جن انعامات کا وعدہ فرمایا ہے اور روزہ دار کے لیے جو اجر عظیم رکھا ہے، اس سے محرومی ہوگی۔ قابل غور بات یہ ہے کہ ہمارا ایمان اور اسلام کیا مطالبہ کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ جب تم اللہ کے محبوب نبی کریم ﷺ کے امتی ہو تو ان کی محبت وعظمت کا کیا حق ادا کر رہے ہو۔ حضور ﷺ کے اتباع کا دل میں کتنا ذوق وشوق رکھتے ہو؟ اپنے وضع قطع، لباس پوشاک، رہن سہن میں سنت کا اتباع کرتے ہو؟ تم نے اسلامی تہذیب ومعاشرہ اور شعور وشعائر اسلام کا کتنا پاس ولحاظ کیا مگر افسوس ہم نے تو کفار ومشرکین، فساق وفجار، یہود ونصاریٰ، مغضوبین اور ضالین کا معاشرہ اختیار کر رکھا ہے۔ ہمارے دلوں میں نفسانی اور شیطانی گندگی اور ناپاکی گھسی ہوئی ہے۔ لیکن ہم کو نہ ان باتوں کا احساس ہے اور نہ ہم ان کو برا سمجھتے ہیں۔

دل کی گہرائیوں سے ان حالات پر غور کرنا چاہیے۔ اگر ہمارے پاس خاطر خواہ جواب نہیں ہیں تو پھر بتاؤ اس ماہ مبارک میں ہمارے ایمان میں کیسے تقویت آئے گی؟ ہمارے دلوں میں کیسے عبادات کا نور آئے گا؟ ہماری روحانیت کیسے ترقی کرے گی؟ ہمارا تعلق مع اللہ کیسے قائم رہے گا؟ رمضان المبارک کے برکات وثمرات اور انعامات واحسانات ہمیں کیسے نصیب ہوں گے؟ شب قدر کی تجلیات وانوار کا ہم پر کیسے ظہور ہوگا؟ ان سب باتوں پر اچھی طرح غور کرنا چاہیے۔

عفو عام:

اگر سال بھر کے گیارہ مہینے بلکہ ساری عمر بھی اب تک غفلت میں گزری، بے حیائی، بے غیرتی، بے شرمی اور حکم عدولی والے مشاغل میں گزری تو پھر اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے موقع دیا ہے کہ ہم ہوش میں آجائیں اور اپنی زندگی کے جو لمحات بھی حاصل ہیں اور جو فرصت عمر ملی ہوئی ہے، اُس سے فائدہ اُٹھائیں۔ توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی گھڑیاں ابھی نصیب ہیں۔ مولائے کریم کے رحم وکرم کو طلب کر لینے کا ابھی وقت موجود ہے۔ مایوس ہونے کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہونا تو کفر ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے اس ماہ مبارک میں تمام مسلمانوں کو توبہ واستغفار کے لیے اعلان ہو رہا ہے اور عفو ومغفرت کا وعدہ فرمایا جا رہا ہے۔ اللہ بہت محبت کے ساتھ فرماتا ہے:

﴿قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴾ (الزمر)

”(اے پیغمبر میری طرف سے لوگوں کو) کہہ دو کہ اے میرے بندو! جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نا اُمید نہ ہونا۔ اللہ تعالیٰ تو سب گناہوں کو معاف فرما دے گا۔ (اور) وہ تو بخشنے والا مہربان ہے۔“

اللہ تعالیٰ کا یہ کتنا بڑا اعلان ہے۔ اس کی قدر کرو، اللہ کے لیے اب بے حسی اور غفلت کو دور کر لو۔ غیر ضروری امور اور تعلقات آج ہی سے ختم کر دو۔ توبہ واستغفار سے قلب کی پاکی حاصل کر لو اور اللہ تعالیٰ سے توفیق طلب کرو اور تہیہ اور عزم کر لو کہ معاصی سے پرہیز کریں گے، نافرمانیوں سے بچیں گے، آنکھوں اور زبان کی حفاظت کریں گے۔

بے پردہ عورتوں کا روزہ:

عورتوں کی آزادی اور بے راہ روی کا ایک ایسا سیلاب آچکا ہے کہ الامان والحفیظ، ہمارے اور آپ کے قابو سے باہر ہوگیا ہے۔ اب تو اللہ تعالیٰ ہی اس امت پر اور اس قوم پر رحم فرمائیں۔ تاریخ بتا رہی ہے کہ جہاں جہاں تباہیاں آئی ہیں، جو جو ملک برباد ہوئے ہیں وہ عورتوں کے بے حیائی، بے شرمی، بے غیرتی، گانا بجانا، عیش وعشرت، ناچ رنگ، لہو ولعب کی باتوں سے برباد ہوئے اور مسلمانوں پر بھی تباہی آئی۔ اللہ بچائے ہمارے ملک میں اب وہی انداز ہے۔ وہی آثار شروع ہوگئے ہیں۔ عورتوں کی آزادی کا یہ عالم ہے برقع اتارا، بالکل بے محابا آزاد ہوگئیں۔ بے حیائی، بے شرمی سے سر کھلا، بازو کھلے، پیٹ کھلا، رنگین کپڑے پہنے ہوئے بلا تکلف مردوں کے ساتھ زندگی کے ہر شعبے میں دوش بدوش ہو رہی ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ ایسی عورتوں پر فرشتے بھی لعنت بھیجتے ہیں اور تمام مخلوق ان پر لعنت بھیجتی ہے اور یہ ایسا گناہ کبیرہ ہے جس سے توبہ کی بھی توفیق نہ ہونے کا اندیشہ ہے۔ یہ بڑی سنگین بات ہے۔ یہ تو ایسا سیلاب آچکا ہے جس پر مرد بھی راضی ہیں اور عورتیں مطمئن اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنo اور لطف یہ کہ ایسی عورتیں سمجھتی ہیں کہ ہم رمضان کے روزے رکھتے ہیں اور نماز بھی پڑھ لیتے ہیں۔ تو ایسی عورتیں اچھی طرح سمجھ لیں کہ جب تک خلاف شرع کاموں سے توبہ نہ کریں گی، ان کا نماز روزہ کسی کام نہ آئے گا۔ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے یہی اعلان فرمایا ہے کہ روزے کے لیے واجب ہے کہ وہ تمام کبائر سے بچے اور اللہ تعالیٰ کی عدول حکمی سے بچے۔ جب تک یہ نہیں ہوگا ایمان کامل نہیں ہوگا۔ کامل ہونا کیا معنی؟ اندیشہ ہے کہ ایمان قائم بھی رہے گا یا نہیں۔ یہ میں اپنی طرف سے کچھ نہیں کہہ رہا ہوں اللہ اور اُس کے رسول کا یہی حکم ہے۔

حیا عفت:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ شرم وحیا ایمان کی علامت ہے اور ایمان بہشت میں پہنچاتا ہے، بے شرمی

بدخوئی کی بات ہے اور بدخوئی دوزخ میں لے جاتی ہے۔ ایک حدیث میں حضور ﷺ کا ارشاد ہے، شرم و حیا ایمان کی نشانی ہے۔ اگر شرم و حیا رخصت ہوئی تو پھر ایمان کی کہاں خیر اور پھر غضب یہ کہ بے پردگی، بے غیرتی، بے شرمی، بے حیائی اور گناہ کبیرہ کو گناہ نہیں سمجھا جاتا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ تو رائج الوقت چیز ہے، آج کی تہذیب و معاشرہ اسی طرح ہے۔ تو کیا تمہارے ایسا کہنے سے قانون الٰہی بدل جائے گا؟

اس کا وبال بھی گھر گھر دیکھ رہے ہو، نہ چین ہے نہ سکون، نہ امن ہے نہ عافیت، طرح طرح کے مصائب، نئی نئی مشکلات، پریشانیاں، بیماریاں، الامان والحفیظ۔

شامت اعمال ایک ہمہ گیر وبال ہے جو آج کل ساری قوم پر طاری ہے۔ اللہ محفوظ رکھے اپنے قہر سے، اپنے غضب سے، یہ معمولی بات نہیں کہ احکامات الٰہیہ کی خلاف ورزی کرو، کبائر کا ارتکاب کرو اور سمجھو کہ یہ تہذیب حاضرہ ہے، آج کل تقاضا ہی ایسا ہے، ہم مجبور ہیں مگر سمجھ لو کہ تم گناہ مجبور سمجھ کر یا خوشی سے کرو مگر اللہ کے غصے اور غضب سے نہیں بچ سکتے۔ کبائر کرنے کے بعد عصیان وطغیانی پر اصرار کرنے اور اس کو ترک نہ کرنے کے ارادے کے ساتھ ہم کیسے نجات اور مغفرت کی امید رکھ سکتے ہیں، بلکہ اندیشہ ہے کہ کہیں توبہ کی توفیق ہی نہ سلب کرلی جائے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ

ضرورت رشتہ

☆ لاہور میں مقیم متوسط راجپوت فیملی کو اپنی نیک سیرت، خوبصورت بیٹی، عمر 26 سال، تعلیم ایم ایس سی کے لیے اعلیٰ تعلیم یافتہ لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ والدین رجوع کریں۔ برائے رابطہ: 0321-4430320

☆ گوجرانوالہ میں مقیم فیملی کو اپنے بیٹے، عمر 24 سال (ذاتی جنرل سٹور) کے لیے دینی اور دنیاوی تعلیم سے آراستہ لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ ذات برادری کی کوئی قید نہیں۔ برائے رابطہ: 0300-6487309

☆ گوجرانوالہ میں مقیم شیخ فیملی کو اپنے بیٹے، عمر 24 سال DHMS، برسر روزگار کے لیے دینی مزاج کی حامل لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ

0308-7349486, 0323-7431650

دُعائے مغفرت کی اپیل

ہارون آباد کے رفیق تنظیم عبدالوحید دل کا دورہ پڑنے سے وفات پا گئے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

پریس ریلیز — **حافظ عاکف سعید**

پاکستان میں شریعت اسلامی کا نفاذ نہ کرنا ہمارا جرم عظیم ہے

اسی جرم عظیم کے بطن سے کرپشن، سمگلنگ، بدعنوانی اور بے حیائی جیسے جرائم نے جنم لیا ہے

ہم پر اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے اللہ کا عذاب نازل ہوا ہے۔ یہ بات امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے مسجد جامع القرآن میں خطاب جمعہ کے دوران کہی۔ اُنہوں نے کہا کہ اگرچہ ہمارے جرائم کی فہرست بڑی طویل ہے لیکن پاکستان میں شریعت اسلامی کا نفاذ نہ کرنا ہمارا جرم عظیم ہے۔ اسی جرم عظیم کے بطن سے کرپشن، سمگلنگ، بدعنوانی اور بے حیائی جیسے جرائم نے جنم لیا ہے۔ اُنہوں نے فیملی لاز میں تبدیلی کا خاص طور پر ذکر کرتے ہوئے کہا کہ بھارت کے مسلمانوں نے اس معاملے میں پاکستانی مسلمانوں سے بہتر کردار کا مظاہرہ کیا ہے۔ چنانچہ بھارتی حکومت نے اپنی عدالتوں کو مسلم فیملی لاز میں مداخلت کرنے سے حکماً روک دیا ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ افغانستان کی امارت اسلامیہ کے خلاف باطل قوتوں کا ساتھ دے کر ہم نے خود کو عذاب الٰہی کا مستحق ٹھہرایا ہے۔ اگر ہم اللہ کے غضب سے سے بچنا چاہتے ہیں تو اس کی واحد راہ یقیناً توبہ ہے لیکن توبہ کا مطلب یہ ہے کہ ہم اعتراف جرم کے ساتھ اس جرم کا ازالہ بھی کریں، ہمیں امریکہ سے رشتہ توڑ کر اللہ سے ناتا جوڑنا ہوگا۔ کیونکہ اللہ کی مدد کے بغیر امریکا کو یہاں سے نہیں نکالا جاسکتا۔ ہمارے پڑوس میں جن نہتے لوگوں نے اللہ پر بھروسا کیا انہوں نے آج امریکہ کو ناکوں چنے چبوا دئے ہیں۔ اگر ہم بھی اپنا قبلہ درست کرلیں تو یقیناً اللہ کی مدد اور رحمت ہمارے ساتھ ہوگی۔ (پریس ریلیز: 20/اگست 2010ء)

حکمرانوں اور بڑے مجرموں کے ظلم پر خاموشی کی وجہ سے قوم عذاب کی زد میں ہے

امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے کہا ہے کہ حکمرانوں اور بڑے مجرموں کے ظلم پر خاموشی کی وجہ سے قوم اللہ کے عذاب کی زد میں ہے۔ ہمارا سب سے بڑا جرم یہ ہے کہ ہم نے یہ ملک نفاذِ اسلام کے وعدے پر حاصل کیا تھا۔ مگر حصولِ آزادی کے بعد ہم یہ وعدہ نبھانا بھول گئے۔ اگرچہ اس جرم میں بڑا حصہ حکمرانوں اور دینی رہنماؤں کا ہے۔ لیکن پوری قوم کو بھی کسی طور پر بری الذمہ قرار نہیں دیا جاسکتا۔ جب پوری قوم نے اپنی بنیادی ذمہ داری ادا نہیں کی اور حکمرانوں کے جرائم پر خاموشی اختیار کر کے عملاً اُن کا ساتھ دیا تو پھر ہم نے اللہ کے غضب کا شکار ہونا ہی تھا کیونکہ اللہ کی یہ سنت ہے کہ ظالموں کے ظلم پر خاموش رہنے والوں کو بھی ہلاکت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ (پریس ریلیز: 24/اگست 2010ء) (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشرواشاعت تنظیم اسلامی)

12 اگست سے
"رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا۔"
قرآن اکیڈمی حلیم ٹاور نشتر آباد، جی ٹی روڈ پشاور میں
محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے شاگرد رشید
مبلغِ قرآن نثار شفیق
خواتین کے لیے شرکت کا باپردہ اہتمام ہے
نماز تراویح کے ساتھ ساتھ ترجمہ قرآن مع مختصر تشریح کروا رہے ہیں
انجمن خدام القرآن، پشاور
A-18 ناصر مینشن، شعبہ بازار پشاور۔
فون 2584824، 091-2214495

قرآن مجید پڑھنے کے باوجود گمراہی کے امکانات

حافظ محمد مشتاق ربانی

عربی زبان میں گمراہی کے لیے لفظ ضـــلالة/ ضلال استعمال ہوتا ہے، جس کے معنی سیدھے راستے سے ہٹ جانے کے ہیں۔ گمراہی کے مختلف مظاہر ہیں۔ جن میں سے بعض شرک، کفر، انبیاء کا استہزا، حلال چیزوں کو حرام قرار دینے اور حرام کو حلال قرار دینے کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں اور بعض کا اظہار فسق و معاصی کی صورت میں ہوتا ہے جیسے کسی کو ناحق قتل کرنا اور مسلمانوں کے دشمن کفار سے دوستی بڑھانا۔ اسی طرح یہ گمراہی عقلی و فکری، عقائدی، سیاسی، اقتصادی اور معاشرتی بھی ہوسکتی ہے۔ عقلی و فکری میدان میں ڈارون کی تھیوری کا قائل ہونا، عقائد میں فرشتوں کے وجود کا انکار کر دینا، سیاسی حوالے سے یہ سمجھنا کہ دین کو سیاست سے الگ رکھا جائے، اقتصادی حوالے سے یہ سوچ رکھنا کہ سود کے بغیر ہم ترقی نہیں کر سکتے اور معاشرتی حوالے سے یہ خیال کرنا کہ عورت کو زندگی کے ہر میدان میں مرد کے شانہ بشانہ کام کرنا چاہیے، اسے چادر اور چار دیواری کے حصار سے باہر نکالنا وقت کی اہم ضرورت ہے، یہ سب موجودہ دور کی گمراہیوں کے نمونے ہیں۔ ان کے علاوہ بھی ﴿ظُلُمٰتٌ ۢ بَعۡضُهَا فَوۡقَ بَعۡضٍ ؕ﴾ (النور:40) کے مصداق بہت سی گمراہیاں ہیں۔

گمراہی کے مقابلے میں ہدایت ہے اور قرآن حکیم کا ایک نام الھدیٰ (ہدایت) ہے۔ یہ کتاب انسانوں کو سیدھا راستہ دکھانے کے لیے نازل ہوئی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّ هٰذَا الۡقُرۡاٰنَ يَهۡدِىۡ لِلَّتِىۡ هِىَ اَقۡوَمُ﴾ (بنی اسرائیل:9) ”بے شک یہ قرآن اس (راستے) کی راہنمائی کرتا ہے جو بالکل سیدھا ہے۔“ پھر فرمایا: ﴿يَّهۡدِىۡۤ اِلَى الرُّشۡدِ﴾ (الجن:2) ”جو ہدایت کی راہ بتاتا ہے۔“ اسی لیے اس کو ”لوگوں کے لیے ہدایت قرار دیا گیا ہے۔ ﴿هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الۡهُدٰى وَالۡفُرۡقَانِ﴾ (البقرة:185) ”لوگوں کے لیے ہدایت کی کھلی نشانیاں ہیں اور جو حق و باطل کو الگ الگ کرنے والا ہے“ لیکن دیکھنے میں آیا ہے کہ بہت سے لوگ قرآن مجید پڑھتے ہیں، اس کا درس دیتے ہیں لیکن وہ گمراہی کے راستے پر دکھائی دیتے ہیں۔ جس طرح قرون اولیٰ اور قرونِ وسطیٰ میں کئی ایسے گروہ گزرے ہیں جو قرآن پڑھتے تھے لیکن بالاجماع انہیں گمراہ سمجھا جاتا ہے جیسے خوارج، معتزلہ، مرجئہ اور باطنیہ وغیرہم۔ یہ سب قرآن سے استدلال کرنے والے تھے مگر اس کے باوجود وہ گمراہ ہوگئے۔ واضح رہے کہ قرآن حکیم اصلاً منبع ہدایت ہے۔ لیکن جب کوئی اس کتاب کا ﴿ابۡتِغَآءَ الۡفِتۡنَةِ﴾ (آل عمران:7) فتنہ تلاش کرنے کی نیت سے مطالعہ کرے اور ان اصولوں سے انحراف کرے جو فہم قرآن کے لیے ضروری ہیں تو وہ پھر گمراہی کے راستے پر گامزن ہو جاتا ہے۔ اسی لیے ارشاد ہوا: ﴿يُضِلُّ بِهٖ كَثِيۡرًا وَّيَهۡدِىۡ بِهٖ كَثِيۡرًا ؕ وَمَا يُضِلُّ بِهٖۤ اِلَّا الۡفٰسِقِيۡنَ ۙ﴾ (البقرہ:26) ”اور وہ اسی سے بہت کو گمراہ کرتا ہے اور اسی سے بہت کو ہدایت دیتا ہے اور اس سے انہی لوگوں کو گمراہ کرتا ہے جو فاسق ہوں۔“ کئی لوگ جو تمسک بالقرآن کا دعویٰ کرتے ہیں، حقیقت میں سوادِ اعظم کی نظر میں گمراہی کے راستے پر چل رہے ہوتے ہیں۔ قرآن پڑھنے کے باوجود گمراہی میں مبتلا ہونے والے عموماً قرآن کے پڑھنے پڑھانے، اس کے درس و تدریس پر بہت زور دیتے ہیں، جو فی نفسہ اچھی بات ہے جس سے لوگ فوراً متاثر ہو جاتے ہیں۔ جیسے قادیانیوں کے ترجمہ قرآن کے سرورق پر شعر نقل ہے:

جمالِ حسنِ قرآں نورِ جاں ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا، ہمارا چاند قرآں ہے

مرزا غلام احمد قادیانی یہ شعر بھی پڑھتا تھا:

اے بے خبر بخدمت قرآں کمر بہ بند
زاں پیشتر کہ بانگ برآید فلاں نماند

(اے بے خبر مسلمان قرآن کی خدمت کے لیے کمر کس لو اور تیار ہو جاؤ، اس سے پہلے کہ آواز لگائی جائے کہ فلاں شخص دنیا سے رخصت ہوگیا۔)

آپ ایک طرف ان دونوں اشعار کی قدر و قیمت جانیں اور دوسری طرف یہ خیال کریں کہ یہ اشعار کہنے والا بدترین گمراہی میں مبتلا ہے اور اس نے اپنے متعلق ایسے دعوے کیے کہ انسان حیرت میں ڈوب جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی پناہ میں ہی امان سمجھتا ہے۔ مرزائیوں کے ترجمہ قرآن میں ”خاتم النبیین“ کا ترجمہ ”بے مثل تمام نبیوں کے“ کیا گیا، اور پھر خاتم النبیین کی شرح میں لکھا ہوا ہے کہ ”روحانی قوت قدسیہ میں یہ نبی تمام نبیوں سے افضل ہے۔ اس لیے جو مقام روحانیت پہلے نبیوں کی طفیل کسی کو ملتا تھا، اس کی طفیل اس سے بڑا مقام ملے گا۔“ آپ دیکھیں کہ مرزا غلام احمد کس طرح آہستہ آہستہ اپنی جھوٹی نبوت کے لیے ذہن سازی کے لیے کوشش کر رہا ہے اور پھر اس نے مختلف پینترے بدل بدل کر اپنی نبوت کا دعویٰ بھی کر دیا جو آنحضور ﷺ پر ختم ہو چکی ہے۔ یہ لوگ جو نام نہاد اہل قرآن کہلاتے ہیں ان کی گمراہی کے کئی اسباب ہو سکتے ہیں لیکن درج ذیل دو سبب بہت عام ہیں۔

ایک یہ کہ یہ لوگ حدیث نبویؐ کا کلیۃً تو انکار نہیں کر سکتے البتہ حدیث کے پورے نظام میں شکوک و شبہات پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ کبھی کہیں گے احادیث تو کئی صدیاں بعد میں مرتب ہوئیں۔ کبھی کہیں گے کہ یہ حدیث قرآن حکیم کی فلاں آیت سے مطابقت نہیں رکھتی، اس سے متصادم ہے لہٰذا ہم اس کو نہیں مان سکتے۔ باوجود اس کے کہ وہ حدیث ایک متواتر اور صحیح ہوتی ہے اور قرآن حکیم سے بھی پوری طرح مطابقت رکھتی ہے۔ لیکن چونکہ ان کے دماغ کی سوئی کسی غلط جگہ پر اٹک جاتی ہے لہٰذا وہ اپنی رائے پر اڑے رہتے ہیں۔ اسی طرح وہ کہیں گے کہ فلاں بات تو قرآن میں وارد نہیں ہوئی، حدیث میں بیان ہوئی ہے، لہٰذا اس کو ماننے کے ہم مکلف نہیں ہیں۔ حالانکہ حدیث نبویؐ قرآن کریم کی تبیین و تفسیر کے لیے ہے۔ ضروری نہیں کہ دین اسلام کی ساری باتیں قرآن میں ہوں اور نہ یہ ضروری ہے کہ ساری باتیں حدیث میں ہوں۔ قرآن و حدیث دونوں مل کر دینِ اسلام ہے۔ ان میں سے کسی کو دوسرے سے علیحدہ نہیں کیا جا سکتا۔ قران حکیم میں ارشاد ہوا: ﴿وَاَنۡزَلۡنَاۤ اِلَيۡكَ الذِّكۡرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيۡهِمۡ﴾ (النحل:44) ”اور ہم نے تم پر الذکر (قرآن حکیم) اتارا، تاکہ لوگوں کے لیے اس چیز کو اچھی طرح واضح کر دو جو ان کی طرف اُتاری گئی ہے۔“

ان لوگوں کی گمراہی کی دوسری وجہ عربی زبان و ادب سے عدم واقفیت ہے۔ یہ لوگ دعویٰ تو کرتے ہیں کہ وہ قرآن کو اس کی لغت سے سمجھتے ہیں لیکن لغت اور عربی

زبان وادب کے تقاضوں کو خود پورا نہیں کرتے۔ ہمارے ہاں ایک مخصوص حلقے میں قرآن فہمی کے حوالے سے غلام احمد پرویز (صاحب لغات القرآن) بہت مقبول ہیں۔ ان لوگوں کی رائے ہے کہ علامہ موصوف نے قرآن حکیم کو سمجھنے کی بہت عمدہ کوشش کی ہے۔ غلام احمد پرویز کی قرآن فہمی سے جلدی متاثر ہونے والے حضرات کو جاننا چاہیے کہ موصوف نے قرآن حکیم کے سینکڑوں مفردات اور کلمات کے بارے میں بڑی بڑی ٹھوکریں کھائی ہیں، اگرچہ وہ مرزا غلام احمد قادیانی کی طرح اس حد تک گمراہی سے بچے رہے کہ نبوت کا دعویٰ کرنے کی نوبت آجاتی لیکن قرآن حکیم کی لغت اور مفہوم بیان کرنے میں ایسی بھیانک غلطیاں کیں جنہیں قرآن کا ایک ابتدائی طالب علم بھی آسانی سے پہچان سکتا ہے کہ فلاں لفظ کا یہ مفہوم ہونا چاہیے۔ مثلاً حضرت یونسؑ کے بارے میں ارشاد ہے: ﴿فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ٥ لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ٥﴾ (الصافات 143،144) ”پس اگر وہ تسبیح کرنے والوں میں سے نہ ہوتا تو لوگوں کے اُٹھائے جانے کے دن تک اس (مچھلی) کے پیٹ میں ہی پڑا رہ جاتا“ جبکہ غلام احمد پرویز ان آیات کا مفہوم ”مفہوم القرآن“ میں یوں بیان کرتے ہیں: ”لیکن اس نے بہت ہاتھ پاؤں مارے، انتہائی جدوجہد کی اور مچھلی کی گرفت سے اپنے آپ کو چھڑا لیا۔ اگر وہ ایسا نہ کرتا اور بہت اچھا تیراک نہ ہوتا تو مچھلی اسے نگل لیتی اور پھر وہ قیامت تک باہر نہ آسکتا۔“ آپ دیکھیں کہ موصوف نے المسبحین کا مفہوم تیراک کیا ہے جبکہ عام آدمی بھی جانتا ہے کہ المسبحین میں اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ جب دریا میں ان کو مچھلی نے نگل لیا تو مچھلی کے پیٹ میں انہیں ملامت ہوئی کہ ان سے خطا ہوئی ہے کہ وہ اپنے رب کے اذن کے بغیر اپنی قوم کو چھوڑ آئے ہیں اور وہاں حضرت یونسؑ نے یہ آیت کریمہ پڑھی ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ٨٧﴾ (الانبیاء) ”تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو پاک ہے۔ بے شک میں ہی قصوروار ہوں۔“ ”المسبحین“ کا اشارہ انہی کلمات کی طرف ہے لیکن موصوف اس عظیم نشانی کی بے معنی تاویل کر رہے ہیں جو لغت اور تاریخ کے کسی تقاضے کو پورا نہیں کرتی۔ اسی طرح موصوف نے اپنے پیش رو سر سید احمد خاں کی طرح قرآن حکیم کے تمام معجزات کی ایسی الٹی سیدھی عجیب وغریب مادی تاویلیں کی جنہیں پڑھ کر قاری کو نہ صرف افسوس ہوتا ہے بلکہ بعض دفعہ ہنسی بھی آجاتی ہے کہ علم کے ایک مقام پر فائز ہونے کے باوجود ان کی کم فہمی کی یہ حالت ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ایسے لوگ اپنے تئیں کوئی نظریہ قائم کر لیتے ہیں، پھر قرآن سے اُس کی دلیل لانے کے لیے قرآنی آیات کی کھینچ تان کرتے ہیں جو انہیں بدترین گمراہی میں مبتلا کر دیتا ہے۔ دراصل جب ہم قرآن حکیم کا مطالعہ کرتے ہوئے حدیث نبویؐ اور اسلاف کی تفسیر کو بالکل نظرانداز کر دیتے ہیں تو ہم بے لنگر جہاز کی مانند ہو جاتے ہیں جو اپنی منزل تک کبھی نہیں پہنچ سکتا اور جو سمندر کے تھپیڑوں کے رحم وکرم پر ہوتا ہے۔ یہاں اس بات کا انکار نہیں کیا جا رہا ہے کہ تدبر قرآن کے نتیجے میں کسی کے ذہن میں کوئی نئی بات نہیں آسکتی، بلکہ بات صرف یہ کہی جا رہی ہے کہ قرآن کے عجائبات تو جاری رہیں گے، جن کی تلاش کے لیے تفسیر بالرائے کی ضرورت پیش آتی رہے گی لیکن تفسیر بالرائے کو بالکل آزاد نہیں چھوڑا جا سکتا کہ ہر کوئی قرآن حکیم کے بارے میں رائے زنی کرنا شروع کر دے بلکہ اس کی بھی حدود وقیود ہیں جن کا پابند رہ کر علماء وفضلاء تدبر کر سکتے ہیں۔ اس تدبر کے نتیجے میں اگر قرآن حکیم کا کوئی مخفی پہلو ان کے سامنے آجائے تو انہیں چاہیے کہ سب سے پہلے وقت کے ان جید علماء کے سامنے پیش کریں جو ”الراسخون فی العلم“ کے درجہ پر فائز ہیں اور اگر ان کی تائید انہیں حاصل ہو جاتی ہے تو اسے عام کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ لیکن اگر وہ ان نکات پر تحفظات رکھتے ہوں تو وہ محققین اپنے تلاش کردہ نکات اور رائے پر نظر ثانی کریں۔ امید ہے کہ اس طرح کرنے سے ہم شیطان کے وسوسوں سے محفوظ رہ سکیں گے۔

ہمارے لیے لمحہ فکریہ ہے کہ وہ کتاب جو ہدایت کے لیے نازل ہوئی، لوگ اسے اس کے آداب اور اُصول تفسیر کے مطابق نہیں پڑھتے اور اپنے مزعومہ خیالات کی تائید کے لیے اس کا مطالعہ کرتے ہیں حالانکہ یہ کتاب ایمان وتقویٰ سے سرشار ہو کر پڑھنے والوں کے لیے ہدایت ہے۔ یہی بات سورۃ البقرہ کے آغاز میں بتائی گئی ہے کہ یہ ان لوگوں کے لیے باعث ہدایت ہے جو متقی ہیں جو ان حقیقتوں پر ایمان رکھتے ہیں جو غیب میں ہیں، اور نماز قائم کرتے ہیں، اور جو مال ان کو دیا ہے اس میں سے وہ خرچ کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو قرآن حکیم اور ان کتابوں وصحائف پر ایمان رکھنے والے ہیں جو آپ سے پہلے نازل ہوئی اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ یہی لوگ اپنے رب کی ہدایت پر ہیں اور یہی کامیاب ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں متقی لوگوں میں شامل کرے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہمیں یہ دعا بھی ہر وقت مانگتے رہنا چاہیے:

﴿رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ٥﴾ (آل عمران: 8)

”اے ہمارے رب ہم کو ہدایت دینے کے بعد ہمارے دلوں کو کج نہ کرنا، اپنے پاس سے ہمیں رحمت بخش، تو بڑا بخشنے والا ہے۔“ (آمین!)

نیوز آف دی ویک

ابوالحسن

”ہائے اُس زود پشیماں کا پشیماں ہونا“

خبر: ”سیالکوٹ میں قتل ہونے والے دونوں بھائی معصوم تھے۔“ (انکوائری آفیسر)

تبصرہ: کتنے ہی ایسے واقعات ہوتے ہیں کہ ہم کہتے ہیں کہ ”ہمارا سر شرم سے جھک گیا“۔ اس جملے میں ہمیں کچھ تضاد دکھائی دینے لگا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جس سر کو ہرایرے غیرے کے سامنے جھکنے کی عادت پڑ جائے اُس میں شرم کیا، حیا اور غیرت بھی باقی نہیں رہتی۔ لہٰذا ہمیں اس محاورے میں کچھ ترمیم کر لینی چاہیے۔ سانحہ سیالکوٹ پر غور کریں، اُس ظالم اور جاہل ہجوم نے جو کچھ کیا وہ بھی اپنے حکمرانوں اور قائدین کا سمجھایا اور پڑھایا ہوا ہے۔ جعلی پولیس مقابلے اور ماورائے عدالت قتل اور لاپتہ افراد ان سب کا ماسٹر مائنڈ کون ہے؟ کون اپنے ہی قانون اور عدالتی نظام کی دھجیاں بکھیرتا ہے؟ کون یوسف رمزی اور ڈاکٹر عافیہ کو سڑکوں سے اُٹھا کر بغیر کسی عدالتی کارروائی کے امریکہ کے حضور پیش کر دیتا ہے؟ کس نے عوام کی یہ تربیت کی ہے کہ قانون طاقت کے ہاتھ میں کھلونے کی حیثیت رکھتا ہے۔ کس نے عوام کو یہ عملی تجربہ کروایا ہے کہ طاقتور اور حلیف کے لیے قانون کچھ اور ضعیف اور حریف کے لیے کچھ اور ہوتا ہے۔ بہرحال ہم حکومتی عمائدین کے جُوق در جُوق متاثرہ گھرانے کے در پر حاضری اور اس اعلان پر کہ دونوں بھائی معصوم تھے، یہ تبصرہ کریں گے کہ ۔

کی میرے قتل کے بعد اُس نے جفا سے توبہ
ہائے اُس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

جنگی جرائم، مذہب اور مسلمان قیدی

ترجمہ: محمد فہیم

عابد اللہ جان کی معرکہ آرا کتاب
"Afghanistan: The Genesis of the Final Crusade"
کا قسط وار اُردو ترجمہ

امریکہ کے قیدیوں سے روا رکھے جانے والے سلوک کا مطالعہ بھی ضروری ہے، کیونکہ یہ رویہ نہ صرف قیدی بنانے والوں کے مذہبی جذبہ کی نشاندہی کرتا ہے بلکہ اس سے اس بات کا بھی پتہ چلتا ہے کہ مسلمان قیدیوں کے مذہب اور مذہبی عقیدے کو کس طرح ظالمانہ طریقے سے ٹھیس پہنچائی گئی جب ان پر تشدد کے جدید فن کے ساتھ روحانی اور نفسیاتی پہلوؤں کو بھی استعمال کیا گیا۔ بعد میں ان جنگی جرائم کو جان بوجھ کر میڈیا کے سامنے لایا گیا، تا کہ ان لوگوں کو دہشت زدہ کیا جا سکے جو اسلام سے وابستگی کی آرزو رکھتے ہیں یا مسلمانوں کے حق خود اختیاری کے حصول کے لیے جدوجہد میں ان کا ساتھ دیتے ہیں۔ مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کی اس خود اعتمادی کو توڑا جائے جو وہ امریکی قبضہ کے خلاف مزاحمت کے لیے بروئے کار لاتے ہیں۔ امریکہ کا وہ قبضہ جو اس نے اپنی اقدار اور طرز حیات کو مسلمانوں کی آبادیوں پر ٹھونسنے کے لیے کر رکھا ہے۔

دوسری ضروری چیزوں پر بحث کرنے سے پہلے آیئے نائن الیون کے بعد امریکہ کے قبضہ میں بہت سے معلوم اور نامعلوم مقامات پر رکھے گئے مسلمان قیدیوں کی حیثیت کا تجزیہ کریں۔ گوانتانا موبے میں رکھے ہوئے قیدیوں کی حیثیت کے متعلق 7 فروری 2002ء کو یو ایس پریس سیکرٹری اپنے شائع کردہ حقائق نامہ میں تفصیلات بتاتے ہوئے کہتے ہیں ہیں کہ صدر بُش نے طے کیا ہے کہ جنیوا کنونشنز کا اطلاق زیرِ حراست طالبان پر تو ہوتا ہے لیکن القاعدہ کے قیدیوں پر نہیں۔ القاعدہ جنیوا کنونشنز کے لیے ریاستی فریق نہیں، یہ ایک بیرونی دہشت گرد گروپ ہے۔ اس حیثیت میں اس کے ارکان جنگی قیدیوں کی حیثیت کے حقدار نہیں۔ اگرچہ ہم نے کبھی بھی طالبان حکومت کو جائز تسلیم نہیں کیا، تاہم افغانستان اس کنونشن کا ایک فریق ہے، لہٰذا صدر نے یہ ارادہ کر رکھا ہے کہ طالبان پر کنونشنز کا پورا اطلاق ہوتا ہے، ہاں یہ ضرور ہے کہ طالبان قیدی جنگی قیدیوں کی حیثیت کے لیے شرائط پورے نہیں کرتے۔''
(اِس منطق کو ذرا دیکھیے)

اسامہ اور دیگر خارجیوں کی حیثیت طالبان سے مختلف ہے، کیونکہ ان کا تعلق مختلف ممالک سے ہے جو افغانستان پر مسلط کردہ جنگ کے فریق نہیں ہیں، اور یہ بھی حتمی طور پر طے نہیں کیا جا سکا کہ یہ لوگ حقیقتاً بطور رضا کار شریک ہوئے ہیں۔ انھوں نے امریکہ پر کوئی حملہ نہیں کیا بلکہ امریکہ نے افغانستان اور ان لوگوں پر جنگ مسلط کر دی جو وہاں رہ رہے تھے۔ کسی ایک بھی افغان نے نہ کبھی امریکہ پر حملہ کیا ہے اور نہ کبھی کسی نے اس پر حملے کا سوچا تک ہے۔ اگر ان مسلمانوں کو جنہوں نے افغانستان میں پناہ لے رکھی ہے ''غیر ملکی جنگجو'' بھی تسلیم کیا جائے تو وہ پھر بھی انسانی سلوک کے مستحق اور حقدار ہیں، کیونکہ 1899ء مارٹینز کلاز اور 1977ء کے ایڈیشنل پروٹوکول کی رو سے جو ایک رسمی قانون ہے، ایسا ہونا چاہیے۔

بظاہر جو کچھ نظر آتا ہے، معاملہ کہیں اس سے زیادہ پیچیدہ ہے۔ جن لوگوں پر ''غیر ملکی جنگجوؤں'' کا لیبل لگا تھا، طالبان نے تو انھیں مختلف ممالک سے بھرتی نہیں کیا تھا۔ یہ تو دراصل امریکہ، برطانیہ، سعودی عرب، آسٹریلیا، کینیڈا، پاکستان، مراکش اور کئی ایک اور ممالک تھے جنہوں نے ان لوگوں کو افغانستان میں در آنے کے لیے سہولیات مہیا کیں۔ امریکہ، پاکستان اور دوسرے ممالک کی سپیشل فورسز کے ذریعے انھیں پاکستان اور افغانستان میں تربیت دی گئی، تا کہ امریکہ کی سرکردگی میں ہونے والے جہاد کو آگے بڑھائیں اور یوں امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے سٹریٹیجک مقاصد کو حاصل کیا جا سکے۔ یہ بات ایک عمومی حقیقت کے طور پر تسلیم بھی گئی تھی۔ چنانچہ سابق نیشنل سیکیورٹی ایڈوائزر برزنسکی اور سابق سی آئی اے ڈائریکٹر رابرٹ گیٹس بھی اسے مانتے تھے۔

اگر یہ ''غیر ملکی جنگجو'' افغانستان میں رہائش کے لیے قیام پذیر ہو گئے، یا بعض مجاہدین مشرق وسطیٰ سے واپس ہو کر آئے تو انہیں ٹھہرانا طالبان کا کوئی جرم نہیں تھا، کیونکہ یہ جنگجو وہی لوگ تھے جنہوں نے سوویت یونین سے افغانستان کو واگزار کرنے کے لیے اپنی جانوں کو خطرے میں ڈالا تھا۔ امریکہ نے سوویت یونین، کیوبا، چائنا، ایران اور عراق کے بہت سے منحرفین کو ان کی خدمات کے صلے میں امریکی شہریت دے رکھی ہے۔ اسی مثال کے طرز پر یہ کوئی غلط بات نہیں تھی اگر طالبان نے ان افراد کو اپنے ملک میں رہنے کی اجازت دی، جنہوں نے افغانستان کی خاطر اپنی جانوں کو خطرے میں ڈالا تھا۔ ان کا افغانستان میں قیام بذات خود نہ ان کا جرم تھا اور نہ طالبان کا۔ جہاں تک ان کی فوجی ٹریننگ کی بات ہے ''جو چند پُرانی ریکارڈنگز'' سے دُنیا کو دکھائی کی گئی ہے، یہ بالکل بعید از عقل معاملہ ہے کہ یہ خیال کیا جائے کہ یہ ٹریننگ امریکہ پر حملہ کے لیے کی گئی تھی یا اس لیے کی گئی کہ کسی اور ممکنہ طریقہ سے امریکی سلامتی کے لیے خطرہ پیدا کیا جائے۔ امریکہ قانونی طور پر بیرونی جنگجوؤں کی ''جنگی قیدیوں'' کی حیثیت سے انکار کیسے کر سکتا ہے، جبکہ اسی ہی نے ان کو بھرتی کیا، اُن کے مالی اخراجات برداشت کیے، ان کی تربیت کی اور ان کی انٹیلی جنس ایجنسیوں کے ذریعے ہر قسم کی مدد کی اور حکومت کی تبدیلی کے لیے ان کی طالبان کے ساتھ مدد کرنے پر صاد کیا؟

جنیوا کنونشن کے آرٹیکل 5 کے تحت ان ''غیر ملکی جنگجوؤں'' کی حیثیت کا تعین کرنا ایک ضروری امر ہے۔ اور یہ کام ایک غیر جانبدار ٹریبونل سے کرانا چاہیے نہ کہ کسی خفیہ فوجی کمیشن یا ٹریبونل کے ذریعے۔ آرٹیکل 5 کہتا ہے:
''باقاعدہ جنگ میں شریک متصادم فریقوں میں سے ایک اگر دشمن کے ہاتھ آ جائے اور ان کی حیثیت اس حوالہ سے مشکوک ہو کہ آیا وہ آرٹیکل 4 کی کسی شق کے تحت آتا ہے یا نہیں؟ تو ایسے لوگوں (قیدیوں) کو اس وقت تک موجود کنونشن کا تحفظ حاصل رہے گا جب تک ان کی صحیح حیثیت کا تعین کسی با اختیار کمیشن سے نہ کرا لیا جائے۔''

بالفاظ دیگر جب تک ان مشکوک ''غیر ملکی جنگجوؤں'' کی حیثیت کا تعین کسی با اختیار ٹریبونل سے نہیں کرایا جاتا، انھیں ''جنگی قیدیوں'' (POW) کی حیثیت حاصل رہے گی۔

اصل صورت حال تو یہ ہے اگر اس حقیقت پر لب کشائی بھی نہ کی جائے کہ یہ جنگ بذاتِ خود ایک ناجائز جنگ ہے لہٰذا اس میں کسی کو حراست میں رکھنا (بذاتہ) ایک ناجائز عمل ہے۔ جنیوا کنونشن کا آرٹیکل 13، 1949 جو جنگی قیدیوں کے ساتھ سلوک کے متعلق ہے، یہ ضروری قرار دیتا ہے کہ ''جنگی قیدیوں کے ساتھ ہر وقت انسانی سلوک کرنا چاہیے۔ حراست میں لینے والی طاقت کی طرف سے دورانِ حراست کوئی بھی غیر قانونی عمل جو کسی بھی قیدی کے لیے ہلاکت کا سبب یا اس کی صحت کے لیے خطرہ بنے، ممنوع ہے۔ کسی بھی جنگی قیدی کو جسمانی طور پر معذور کرنا یا اسے میڈیکل یا سائنسی تجربات کے لیے استعمال کرنا غیر قانونی حرکت ہے۔ اسی طرح جنگی قیدیوں کی ہمہ وقت حفاظت ہونی چاہیے، خصوصاً ان کے خلاف متشددانہ کارروائی، ان کو ہراساں کرنا، ان کی بے حرمتی کرنا اور ان کو کھلے عام تفتیشی مراحل سے گزارنا ایک ناجائز عمل ہے۔

اسلام کے خلاف ایسی ذہن سازی کی گئی ہے کہ مسلمانوں کو جسمانی طور پر اذیت دینے اور نفسیاتی طور پر ذلیل کرنے سے ایک گونہ اطمینان حاصل کیا جاتا ہے

انسانی حقوق کی تنظیم کی کئی رپورٹیں کہ جن کی زمینی حقائق بھی توثیق کرتے ہیں، اِس بات کی طرف اشارہ کرتی ہیں کہ امریکہ کی پالیسی میں کارفرما مقصد یہ ہے کہ ''غیر ملکی جنگجوؤں'' کی بیخ کنی کر کے ان کا مکمل صفایا کیا جائے، تاکہ اس طرح وہ اپنے جرائم کی پردہ پوشی کر سکے۔ ان کے لیے عرب مہاجروں کا صفایا خصوصی طور پر ضروری تھا'' تاکہ اپنے اپنے ملکوں میں ان کی واپسی کے امکانات ہی ختم کر دیے جائیں، جہاں وہ امریکہ کی دوست استبدادی حکومتوں کے خلاف کسی قسم کی تحریک چلا سکیں۔ معدودے چند لوگ جو دورِ جدید کے عقوبت خانوں سے رہا کیے گئے ہیں، وہ جن دہشت ناکیوں کا تذکرہ کرتے ہیں وہ دورِ جدید کے صلیبیوں کے اصل چہرہ کو بے نقاب کرنے کے لیے کافی وشافی ہیں۔ ان کی اندوہناک کہانیاں بتاتی ہیں کہ اذیت دہی کے لیے امریکیوں کے اختیار کردہ طریقے اس بات کی غمازی کرتے ہیں کہ ان کے ذہنوں پر جو چیز سوار ہے وہ دہشت گردی نہیں، بلکہ اسلام ہے۔ ان کے غیر انسانی حربوں میں پاخانوں کے اندر قرآنی نسخوں کو بہانا، قیدیوں کے چہروں پر جعلی یا اصلی ماہواری (حیض) والا خون مَل لینا اور مسلمانوں کی دلآزاری کے لیے عورتوں کو ننگا کر کے سامنے لانا جیسی اذیت ناک حرکتیں شامل تھیں۔ ڈنمارک اور کئی دوسرے ملکوں میں مرکزی دھارے (main stream) میں شامل میڈیا پر حضور نبی کریم ﷺ کے خاکوں پر مبنی تصاویر کی اشاعت اور ان شنیع حرکتوں کی آزادیٔ تقریر (تحریر) کے نام پر حمایت یہ واضح کرتی ہے کہ اسلام کے خلاف ایسی ذہن سازی کی گئی ہے کہ مسلمانوں کو جسمانی طور پر اذیت دینے اور نفسیاتی طور پر ذلیل کرنے سے ایک گونہ اطمینان (خوشی) حاصل کیا جاتا ہے۔ دہشت ناکی کے متعلق دستاویزی ثبوت موجود ہیں۔ جیسے کہ آئرلینڈ سے تعلق رکھنے والے جیمی ڈران کی فلم بعنوان ''افغان قتلِ عام، موت کا قافلہ'' (Afghan Massacre: The Convoy of Death) اس کی توثیق کرتی ہے کہ جنگی جرائم کیے گئے ہیں اور اب بھی امریکی فوج افغانستان میں ان جرائم کو جاری رکھے ہوئے ہے۔ ان جرائم کا ارتکاب بش کے احکام کے تحت کیا گیا جو ان تمام آپریشنوں کا کمانڈر ان چیف تھا۔ قیدیوں کو کنٹینروں میں دم گھٹا کر اور خفیہ قید خانوں میں رکھ مار دیا گیا اور بعض اوقات ذبح کر کے ہلاک کیا گیا، جیسا کہ شبرغان کے قید خانہ میں ہوا کرتا تھا۔ تمام مشتبہ افراد کو ایک خوفناک وحشت کا نشانہ بنانا ان صلیبیوں کا بنیادی مقصد تھا۔

دوسری جنگ عظیم کے اختتام پر مشرق بعید کے لیے بین الاقوامی ٹریبونل کہتا ہے: ''عمومی طور پر جاپان میں گرفتار کیے ہوئے قیدیوں کی ذمہ داری کے متعلق سمجھنا چاہیے۔ یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے حکومتی ارکان پر، ان فوجی یا نیوی آفیسرز پر جو ان فارمیشنز کے کمانڈر تھے جن کے قبضہ میں قیدی تھے، ان محکموں کے افسران پر جو قیدیوں کی بہبود سے متعلق تھے، ان حکام پر جو خواہ سول تھے، فوجی یا نیوی سے وابستہ تھے جن کو براہ راست اور فوری طور پر قیدیوں کے اوپر کنٹرول حاصل تھا۔''

ان رہنما اصولوں کو سامنے رکھ کر یہ معلوم کرنا مشکل نہیں رہتا کہ قلعہ جنگی میں چار ہزار، زیرِ حراست جنگی قیدیوں پر بمباری کرنے، باگرام، قندھار، بحرہند میں واقع (جزیرہ) ڈیگو گارشیا اور گوانتانا موبے میں قیدیوں کو اذیتیں دینے، کنٹینروں میں قیدیوں کو لے کر جانے، پانچ چھ سو بے ہوش اور سخت زخمی قیدیوں کو دشت لیلیٰ میں بین الاقوامی قانون کے خلاف ورزی کرتے ہوئے قتل کرنے جیسی مذموم ترین شیطانی حرکات کا ذمہ دار کون ہے؟۔ 1949 کا جنیوا کنونشن (iii) اور 1977 کا ایڈیشنل پروٹوکول اُ یہ فرض گردانتا ہے کہ شہری آبادیوں کو دورانِ جنگ محفوظ رکھنا چاہیے۔ جنیوا کنونشن کا آرٹیکل 3 تاکید کرتا ہے کہ اُن لوگوں کے ساتھ جو جنگی کارروائیوں میں حصہ نہیں لیتے، بشمول ان کے جنہوں نے اسلحہ رکھ دیا ہو، بیمار اور زخمی ہوں، ہر حالت میں بلا امتیاز ہمدردی کا سلوک کرنا چاہیے۔ ایسے لوگوں کو نشانہ بنانا منع ہے۔ لہٰذا فوجی اہداف اور دشمن کے خلاف جو ہتھیار استعمال کیا جا رہا ہو، وہ ایسا نہ ہو کہ اس کا اثر اندھا دھند ہو، جس سے عام شہری اور وہ جنہوں نے اسلحہ رکھ کر مقابلہ چھوڑ دیا ہو، متاثر ہو جائیں۔

جنیوا کنونشنز کے ساتھ اضافہ کردہ 1977ء کے پروٹوکول 1 آرٹیکل 48 رسمی بین الاقوامی قانون کا بنیادی ضابطہ وضع کرتا ہے جو تمام مملکتوں پر لاگو ہوتا ہے خواہ انھوں نے ایڈیشنل پروٹوکول 1 پر دستخط کیے ہوں یا نہ کیے ہوں۔ جنگ کے متعلق یہ رسمی قوانین تقریباً گزشتہ ڈیڑھ صدی سے زیادہ کے عرصہ سے موجود ہیں اور جو پہلے سے موجود کثیر الجہات معاہدوں کی شرائط کی عکاسی کرتے ہیں، یہ قوانین کہتے ہیں: ''تنازعہ کے تمام فریقوں پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ شہری آبادیوں اور ان کے ساتھ برسرِپیکار دشمن اور شہری اہداف اور فوجی اہداف میں فرق کو ملحوظ رکھیں اور یہ بھی خیال رکھیں کہ اُن کی کارروائیوں کا رُخ صرف فوجی اہداف کی طرف ہو۔''

یہ طالبان عہد کے بعد کے افغانستان کی حقیقت کا ایک حصہ ہے، جہاں نام نہاد مغربی ''از سرِ نو تعمیر'' (Reconstruction) کے کام پر اس وقت تک آٹھ بلین ڈالر خرچ کیے گئے ہیں۔ اِس ظالمانہ جنگی مداخلت، قتلِ عام، قید وبند اور اذیت رسانی کا مقصد یہ ہے کہ ایک قوم کو ایک ایسی حکومت کے آگے جھکنے پر مجبور کیا جائے جس کی سربراہی سی آئی اے کے ایک پٹھو کو سونپ دی گئی ہے اور یہ کہ وہ قوم اسلام کی بجائے اس طرزِ زندگی کو اختیار کرنے پر تیار ہو جائے جو دورِ جدید کے صلیبی چاہتے ہیں۔

(جاری ہے)

انتظار کرو!

اوریا مقبول جان

سوال کرنے والے نے کہا، مجھ سے لوگ پوچھتے ہیں کہ اگر یہ اللہ کا عذاب ہے تو سیلاب غریبوں اور ناداروں کی بستیوں کی طرف کیوں آرہا ہے۔ جواب دینے والے نے جھکی ہوئی نظریں اُٹھائیں، آنکھوں میں غصہ تھا اور صرف اتنا کہا کہ ان سے کہہ دو اللہ کی حکمت پر سوال نہ کریں اور انتظار کریں اُس عذاب کا جو ان کی طرف بڑھ رہا ہے اور انہیں اس کی خبر تک نہیں۔ میں خاموش ہوکر سہم گیا۔ اس لیے کہ گزشتہ کئی ماہ سے میں نے کتنے اہلِ بصیرت کے دروازوں پر دستک دی۔ ابھی سیلاب نہیں آئے تھے۔ ابھی کراچی اور کوئٹہ میں انسانوں کے ظالم گروہ ایک دوسرے کو قتل کرنا شروع ہوئے ہی تھے۔ ہر کسی کا اضطراب دیدنی تھا۔ سبھی، لوگوں پر آنے والے اس عذاب کے خوف سے لرزاں تھے۔ پھر مجھے ایک ایسے ہی صاحب بصیرت کی جانب سے حکم ہوا کہ لکھ دو سیلاب اُمڈ کر آرہے ہیں، مارگلہ کی پہاڑیوں سے دھواں اُٹھ رہا ہے، لوگ ایک دوسرے کو ایسے قتل کر رہے ہیں جیسے خونی بھیڑیے ہوتے ہیں۔ میں نے حکم کی بجاآوری کی کہ میری نگاہ تو دیوار پار بھی دیکھ نہیں سکتی، عذاب کی آہٹ اور آمد کا کیسے مشاہدہ کرتی۔ میں نے تحریر کردیا۔ کچھ دل خوفِ خدا سے کانپے، کچھ آنکھیں اشکبار ہوئیں۔ توبہ کی التجائیں بے کار گئیں۔ مارگلہ کا حادثہ ہوا۔ میں اسلام آباد میں تھا۔ پریشانی کے عالم میں ایف سیون کے مکین نسیم انور بیگ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ التجا کی، خون بہت بہنے لگا ہے۔ کہنے لگے، جب اس کا رنگ سیاہ ہوجائے تو پھر آنا۔ پھر التجا کی اللہ سے معافی کی درخواست کریں۔ کہا وہ تو ہر لحظہ کرتے ہیں لیکن جب سزا شروع ہوجائے تو التجائیں بے کار ہوجاتی ہیں۔ پھر سیلاب آگیا، بستیاں اُجڑنے لگیں۔ ممتاز مفتی کہ جن کا ان صاحبانِ بصیرت سے ایک گونہ تعلق تھا، ان کے صاحبزادے عکسی مفتی نے فون کیا، کہا ایک اہلِ نظر کے پاس پیغام ہے جو تمہارے ذریعے ان تک پہنچانا چاہتے ہیں، جنہوں نے تمہیں اس عذاب کے آنے سے پہلے خبردار کرنے کا حکم دیا تھا۔ میری گفتگو ہوئی۔ کہنے لگے میں روز اپنے اللہ کے حضور عرضیاں بھیجتا ہوں، معافی طلب کرتا ہوں، اس قوم کے لیے، غریبوں، مسکینوں کے لیے، لیکن محسوس ہوتا ہے کہ میری عرضیاں لوٹا دی جاتی ہیں۔ میں نے ان صاحب تک مؤدبانہ پیغام پہنچا دیا جنہوں نے مجھے خبر دینے کے لیے کہا تھا۔ میرے تیرہ سالہ تعلق میں انہوں نے کبھی اس قدر سختی سے مجھے مخاطب نہیں کیا۔ کہنے لگے، آپ نہ بولیں اس معاملے میں۔ اس قوم کے بڑے سے لے کر چھوٹے تک سب پر نظر دوڑائیں۔ سیلاب آچکا ہے، کروڑوں بے گھر ہوچکے ہیں، لیکن مٹھی بھر لوگ ہوں گے جو اللہ کی طرف رجوع کر رہے ہوں گے، جو اپنے بھائیوں کی مدد کے لیے دیوانہ وار نکلے ہوں۔ یہ وہی ہیں جن کے دلوں میں پہلے سے خوفِ خدا موجود تھا۔ کیا ان کی تعداد میں سیلاب کی آفت کی وجہ سے ذرا بھی اضافہ ہوا۔ میں خاموش ہوگیا۔ حیرت میں گم ہوگیا۔

ہم بھی کس مٹی کے بنے ہیں۔ کیا ہم سے ناراضی اس حد تک ہوچکی ہے کہ اللہ ہماری جگہ کسی اور نسل کو آباد کرنا چاہتا ہے جو اس ملک کو امن سے بھر دے جو اُس کے نام پر حاصل کیا گیا تھا۔ جس سے اس کے نام کی غیرت وابستہ ہے۔ اپنا دکھ اور کرب ایک اور صاحبِ بصیرت کے سامنے سنایا جو گزشتہ دو سالوں سے ہچکیوں اور آنسوؤں سے رو رو کر اللہ سے قوم کی مغفرت کے لیے دعائیں کرتے تھے۔ لیکن سیلاب کے آنے کے بعد بس خاموش سے ہوگئے۔ میں نے کہا کوئی راستہ ہے کہ اللہ اس قوم کو توبہ کرنے اور اُس کی جانب رجوع کرنے کی توفیق عطا کردے۔ کہنے لگے ابھی تو وہ لوگ زندہ ہیں اور اس بات پر گواہ ہیں کہ ہم نے یہ ملک اللہ کے ساتھ ایک وعدہ کرکے لیا تھا کہ یہ تیرے نام کا ملک ہوگا۔ پھر ہم نے تریسٹھ سال اس وعدے سے تمسخر کی ایک بھرپور اننگز کھیلی۔ اللہ نے تریسٹھ سال انتظار کیا۔ اب تو اُس کی اننگز شروع ہوگئی ہے۔ اب انتظار کرو کہ یہ سب اس وقت تک نہیں رُکے گا جب تک اس قوم کے لوگوں کو یقین نہ ہوجائے کہ یہ آفات اللہ کی طرف سے ہوتی ہیں تاکہ ہم اس کی جانب لوٹ آئیں۔ پھر انہوں نے سوال کیا کتنے دن ہوگئے، ہم سیلاب کی آفت کا شکار ہوئے۔ ہم نے دنیا کے ہر دروازے پر دستک دی، بھیک مانگی لیکن ہمارے مغرور سر اُس رحمن و رحیم کے سامنے نہیں جھکے۔ اس لیے کہ ہمیں ایمان ہے کہ یہ مسئلہ اللہ نہیں، عالمی برادری حل کرسکتی ہے۔

سیلاب آیا، لوگ اُجڑے، بے گھر ہوئے، لیکن ہم وہ بدقسمت قوم ہیں کہ جن کے حکمران اس ایک بات پر متفق نہ ہوسکے کہ امداد کی رقم کو ایماندار، سچے اور کردار والے لوگوں کے سپرد کردیا جائے۔ ہم نے کہا کہ اکثریت کا فیصلہ ہے کہ ہمیں ایسے لوگ نہیں چاہئیں۔ وہ جواب جو حضرت لوط اور حضرت شعیب علیہم السلام کی قوم نے اپنے انبیاء کو دیا تھا۔ سوائے ان چند لوگوں کے جن کے دل خوفِ خدا میں دھڑکتے ہیں، ہم سیلاب کا رُخ اپنی زمینوں، مکانوں، شہروں اور گھروں کو بچانے کے لیے بے آسرا لوگوں کی جانب موڑتے رہے۔ ہمیں اللہ کا کوئی خوف نہ آیا۔ جو سیلاب سے بے گھر ہوئے تھے، وہ بھی امداد لوٹتے رہے، ذخیرہ کرتے رہے تاکہ آگے موجود دوسرے بے آسرا لوگوں تک نہ پہنچ سکے۔ لوگ سیلاب میں غرق تھے اور ہم اپنا سکور برابر کرنے کے لیے کراچی میں ایک دوسرے کی گردنیں کاٹتے رہے۔ ہم نے اپنے ذاتی انتقام کو عوامی غیظ و غضب میں بدل کر سیالکوٹ میں دو معصوم لڑکوں کا بہیمانہ قتل کیا۔ سینکڑوں لوگ موجود تھے۔ کسی کو رسول اللہ ﷺ کی وہ حدیث یاد نہ آئی کہ اگر بُرائی دیکھو تو ہاتھ سے پکڑ کر روک دو، چند ڈنڈے والوں پر یہ سینکڑوں کا مجمع استطاعت رکھتا تھا، لیکن تماشا دیکھتا رہا۔ ہم نے اپنی ذخیرہ کی گئی گندم، چاول، دالیں، یہاں تک کہ دوائیں تک کئی گنا مہنگے داموں فروخت کیں۔ اوستہ محمد کے اُس باپ نے اپنے بیٹے کے لیے 22 روپے کی دوا 100 روپے میں خریدی۔ ہم نے سعودی عرب سے آئی ہوئی کھجوریں مارکیٹ میں بیچیں۔ ہم ڈاکوؤں کے غول کے غول بن گئے اور سیلاب میں ڈوبے ہوئے گھروں کو لوٹنے لگے۔ راستہ چلتے لٹے پٹے قافلوں سے بچا کھچا قیمتی سامان ہتھیانے لگے۔ مجھے ایک منرل واٹر کی سپلائی کرنے والے نے دُکھ سے بتایا کہ میں نے ایک حساس ادارے

(باقی صفحہ 16 پر)

"بانیٔ تنظیم اسلامی

ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے اپنے قول و عمل سے ہمیں زندگی کا مقصد سمجھایا"

تنظیم اسلامی کے دیرینہ رفیق اور بزرگ ساتھی الطاف حسین کے تاثرات

اِن سطور کا راقم الطاف حسین ثم الطافُ الرحمٰن 21 اگست 1930ء کو معاشرتی لحاظ سے ایک انتہائی پست ماحول میں پیدا ہوا۔ اسی ماحول میں رہتے ہوئے دنیاوی عمر کے 40 سال بیت گئے۔ کچھ پتہ نہ چلا کہ میں کون ہوں، کہاں سے آیا ہوں، کِدھر جارہا ہوں، زندگی کا مقصد کیا ہے؟ — ایک دن آوارہ گردی کرتے ہوئے ریگل چوک کے قریب ایک شخص (واقف کار) سے سرِ راہ ملاقات ہوگئی۔ یہ ماہ مئی 1973ء کا کسی بدھ کا دن تھا۔ وہ شخص مجھے مسجد شہداء (ریگل چوک) مال روڈ میں لے گیا، جہاں نماز عصر (یا مغرب) کے بعد ڈاکٹر صاحب مرحوم و مغفور کا ہفتہ وار درس قرآن ہونے والا تھا۔ مجھے وہاں بٹھا کر وہ خود غائب ہوگیا اور میں ڈاکٹر صاحب مرحوم کے درس میں بیٹھ گیا اور پھر بلا ناغہ ہر ہفتے درس میں شرکت کرتا اور بغور یہ درس سنتا رہا۔ یہ سلسلہ دروس تقریباً چھ سات ماہ بعد ختم ہوگیا تو ڈاکٹر صاحب مرحوم و مغفور نے ایک ماہی تربیت گاہ کا اعلان فرمایا۔ یہ تربیت گاہ ماہ اگست 1974ء میں مسلم ماڈل ہائی سکول، اردو بازار (لوئر مال) میں منعقد ہوئی۔ میں اس میں بھی بروقت اور ہمہ وقت شامل ہوتا رہا۔ پھر اگلے سال ماہ مارچ 1975ء کی ایک نصف شب 12 افغانی روڈ پر ڈاکٹر صاحب کی رہائش اور دفتر کی چھت پر چودھویں کے چاند کی چاندنی میں "تنظیم اسلامی" کی بنیاد رکھ دی گئی۔ اُس وقت 62 حضرات ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم کے ساتھ تھے۔ انتہائی رِقّت آمیز ماحول میں خشوع و خضوع کے ساتھ ڈاکٹر صاحب نے جو طویل دُعا کی، اُس کا آغاز اِن الفاظ میں فرمایا: (اللہ کی ثنا اور نبی اکرم ﷺ پر درود کے بعد) "اے اللہ! یہ ایک مختصر سا قافلہ تیرے دین کی اقامت کے لیے چلا ہے۔" اس پر جو آہیں اور سسکیاں سنائی دیں، وہ آج بھی میرے کانوں میں گونج رہی ہیں جبکہ اس بات کو آج 35 سال سے زائد ہوگئے ہیں۔ الحمدللہ، میں تنظیم کا تاسیسی رکن ہوں۔ اس پورے عرصہ میں لحہ بھر کے لیے بھی تنظیم کی دعوت کے بارے میں مجھے کوئی شک وشبہ نہیں ہوا، نہ میں متزلزل یا متردد ہوا، بلکہ استقامت میں اور پختگی آتی گئی جو آج تک قائم ہے۔

14 اپریل 2010ء کی صبح تقریباً 4 بجے سے دل کی دنیا میں ایک ویران سی خزاں جیسی فضا محسوس کررہا ہوں۔ کہا تو یہ جاتا ہے کہ ؏ "اک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا" لیکن احساس و تاثر یہ ہے کہ "اِک شخص سارے "عالم" کو ویران کر گیا"۔ سچ کہا ہے کسی نے کہ "مَوتُ العالِمِ مَوتُ الْعَالَمِ"

ڈاکٹر صاحب بقول شخصے قرآن کے قوّال تھے۔ وہ ہمیشہ کے لیے ہماری نگاہوں سے اوجھل ہوگئے ہیں۔ البتہ ایک ڈھارس ہے کہ "دعوت رجوع الی القرآن" اور اقامت دین کی جدوجہد کا صدقہ جاریہ زندہ جاوید ہے، نہ صرف الیکٹرانک میڈیا میں بلکہ پرنٹ میڈیا میں بھی اور اس کے علاوہ ہزاروں زبانیں بھی دن رات اسی رجوع الی القرآن کے "قوّال" بن گئی ہیں۔ الحمدللہ ماشاءاللہ، لاحول ولاقوۃ اِلاّ باللہ۔

مغوی تو ملیں گے تمہیں شیطان سے بڑھ کر
ہادی نہ ملے گا تمہیں قرآن سے بڑھ کر

ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم و مغفور نے ایسے لوگوں کی ایک جماعت تیار کر لی جو تعلیم و تعلم قرآن کے لیے اپنی زندگیاں لگا رہے ہیں۔ رمضان میں تو یہ جذبہ اور بھی بڑھ جاتا ہے۔ ہر سال ماہ رمضان کی راتوں میں ایسا منظر ہوتا ہے گویا "قرآن کی بہار" آئی ہے۔

موت کا ذائقہ تو ہر نفس کو چکھنا ہے۔ قرآن کہتا ہے: ﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ﴾ اور یہ بھی کہ ﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝٢٦ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۝٢٧﴾ (سورۃ الرحمٰن) لیکن یہ سوال ہر شخص کو اپنے آپ سے کرنا چاہیے کہ میں نے موت کے بعد کے لیے کیا تیاری کی ہے، اس لیے کہ جب کل کو یہ حال ہوگا کہ

﴿وَجِایْٓءَ یَوْمَئِذٍۭ بِجَهَنَّمَ ۙ یَوْمَئِذٍ یَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى ۝٢٣ یَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ قَدَّمْتُ لِحَیَاتِیْ ۝٢٤﴾ (الفجر)

"اور دوزخ اس دن حاضر کی جائے گی تو انسان اس دن متنبہ ہوگا مگر اب انتباہ (سے) اسے فائدہ کہاں (مل سکے گا)۔ کہے گا، کاش میں نے اپنی (جاودانی کے لیے) کچھ آگے بھیجا ہوتا۔"

تو اس وقت پچھتانے کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ اُس پریشانی سے بچنے کے لیے ابھی سے تیاری کیجیے، تاکہ ہماری کیفیت بھی ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم و مغفور بانی تنظیم اسلامی ہی کی طرح ہو، جن کا موت کے وقت چہرہ دیکھ کر یہ تاثر ملتا تھا کہ گویا پرسکون میٹھی نیند سو رہے ہیں۔ اللہ کے نیک بندوں ہی سے کہا جاتا ہے:

﴿یٰٓاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝٢٧ ارْجِعِیْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً ۝٢٨ فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ ۝٢٩ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ ۝٣٠﴾ (الفجر)

"اے اطمینان پانے والی روح! اپنے پروردگار کی طرف لوٹ چل، تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی۔ تو میرے (ممتاز) بندوں میں شامل ہوجا اور میری بہشت میں داخل ہوجا۔"

حدیث رسولؐ کے مطابق اللہ تعالیٰ ہر صدی میں ایک مجدد پیدا کرتا ہے۔ میں دُعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ پچھلی صدی کے مجدد کا اعزاز ڈاکٹر صاحب کو عطا فرمائے۔ اس وقت پوری دنیا میں ڈاکٹر صاحب کی طرح قرآن کی آواز بلند کرنے والا کوئی نظر نہیں آتا۔ حدیث میں آتا ہے: "تم میں سے بہترین وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔" (بخاری) ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ نے اپنی تمام تر خداداد صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے خود بھی قرآن خوب سیکھا اور دوسروں کو بھی خوب سکھایا۔ ہر وہ شخص جسے اُن کی زبان سے قرآن کا پیغام سننے کا موقع ملا، اُن کا گرویدہ ہوگیا اور قرآن کے ساتھ اُس کا قلبی تعلق قائم ہوگیا۔ ایک ادنیٰ درجے میں مَیں بھی ایسے ہی خوش نصیب لوگوں

میں شامل ہوں۔ اس پر میں جتنی خوشیاں مناؤں کم ہیں۔

ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم ومغفور کا خصوصی پیغام جو اُنہوں نے چند سال پہلے فردوسی فارم میں تنظیم کے سالانہ اجتماع میں رُفقاء کو یاد دہانی کے طور پر دیا، ہم میں سے ہر رفیق کو چاہیے کہ اُسے ہر وقت مستحضر رکھے اور زبانی یاد کر لے۔

1۔ ہمارا نصب العین صرف اور صرف رضائے الٰہی اور اُخروی فلاح ہے۔

2۔ ہماری اجتماعی جدوجہد کا ہدف اور مقصود اللہ کے دین کو ایک مکمل نظام اجتماعی کی شکل میں نافذ کرنا ہے، اور یہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے ایک انقلابی ہدف ہے۔

3۔ ہماری دعوت کا مرکز ومحور قرآن ہے۔

4۔ ہمارا طریقِ تربیت وتزکیہ ''خانقاہی'' نہیں ''انقلابی'' ہے جو نبویؐ طریق پر مبنی ہے۔

5۔ ہماری تنظیم کی اساس ''بیعت'' سمع و طاعت فی المعروف پر قائم ہے۔

6۔ ہمارا منہج سیرت نبویؐ علی صاحبھا الصلوٰت والسلام سے ماخوذ ہے۔

ڈاکٹر صاحب ایک بھرپور دینی زندگی بسر کر کے ہم سے جدا ہو گئے ہیں۔ اُن کی بابت جو چیز ہمارے سوچنے کی ہے، وہ یہ ہے کہ وہ کس حال میں گئے، کیا کر گئے، انہوں نے آگے کیا بھیجا اور کیا پیچھے چھوڑا، دُنیا بنائی یا آخرت کو مقصود بنایا۔ ہم جو اُن سے عقیدت رکھتے ہیں، کیا فی الواقع ہمارا کامیابی کا تصور بھی وہی ہے جو قرآن وسنت نے دیا ہے، اور ہم اس کے لیے صحیح معنوں میں جدوجہد کر رہے ہیں یا نہیں۔ یہ سب کچھ ہمیں ڈاکٹر صاحب نے اپنے قول وعمل سے سکھایا ہے۔ وہ اپنے حصے کا کام کر کے چلے گئے، اور ہمیں اقامت دین کے عظیم مشن کو آگے بڑھانے کی وصیت کر گئے۔ انہوں نے اپنے حصے کا کام کر کے یہ جھنڈا ہمارے ہاتھ میں تھما دیا ہے۔ فرمایا کرتے تھے کہ یہ کام ایک نسل میں نہیں ہوگا، کئی نسلوں تک چلے گا۔ ہمارا کام یہ ہے کہ اپنا تن من دھن اس میں کھپا دیں۔ اسی کے ہم مکلف ہیں، اس کی تکمیل ہمارے ذمہ نہیں۔

اللہ تعالیٰ ڈاکٹر صاحب مرحوم ومغفور کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ میرے دل کی گہرائیوں سے یہی دُعا نکلتی ہے، اور ہمیں اپنے دین سے سچی وفاداری اور اپنی رضا نصیب فرمائے۔ آمین

خصوصی رپورٹ

ایبٹ آباد: بانیٔ تنظیم اسلامی کی یاد میں تعزیتی سیمینار
امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید کا خصوصی خطاب

رپورٹ: حافظ محمد ہارون قریشی

25 جولائی کو پریس کلب ایبٹ آباد میں امیر تنظیم اسلامی پاکستان حافظ عاکف سعید نے ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی یاد میں منعقدہ تعزیتی سیمینار سے خطاب کرتے ہوئے ڈاکٹر اسرار احمد کی دینی خدمات اور پاکستان میں نظامِ خلافت راشدہ کے قیام کے لیے ان کی جدوجہد پر بھرپور روشنی ڈالی۔ انہوں نے کہا کہ علامہ اقبالؒ نے برصغیر کے مسلمانوں کے لیے جو خواب دیکھا تھا اُس کی تعبیر کے لیے ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے اپنی پوری زندگی وقف کر دی تھی۔ علامہ اقبالؒ نے کہا تھا کہ ہندوستان کے شمال مغربی علاقوں پر مشتمل خطہ اگر آزاد ہو جائے تو ہمیں یہ موقع مل جائے گا کہ ہم اسلام کے عادلانہ نظام اجتماعی کو نافذ کر کے دنیا کو اسلام کے اصل چہرہ سے روشناس کرا سکیں جس پر دور ملوکیت میں پردے پڑ گئے تھے، مگر افسوس کہ 64 سال گزرنے کے باوجود اقبال کا یہ خواب ہنوز تشنہ تعبیر ہے۔ اسلامی ریاست کے قیام کے مقصد سے روگردانی کے نتیجہ میں آج وطن عزیز گوناگوں مسائل کا شکار ہے۔ ہمارے دشمن اس ملک کے خاتمہ کے منتظر ہیں۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی کتاب استحکامِ پاکستان کا حوالہ دیتے ہوئے امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ پاکستان کے استحکام کی واحد اساس اسلام ہے۔ اسلام ہی وہ رشتہ ہے جو یہاں کے رہنے والوں کو متحد کر سکتا ہے اور یہی پاکستان کے بقا کا ضامن ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ پاکستان میں اسلام کے نافذ نہ ہونے کی ذمہ داری کسی ایک طبقے پر نہیں ڈالی جا سکتی، بلکہ اس معاملہ میں پوری قوم مجرم ہے۔ کیونکہ یہ تو نہیں ہو سکتا کہ عوام تو اسلام چاہیں مگر حکومت پھر بھی غیر اسلامی طبقات کی ہو۔ اُنہوں نے کہا کہ پاکستان میں جب تک خلافت راشدہ کا نظام نافذ نہیں ہوگا یہ ملک مختلف بحرانوں کا شکار رہے گا۔ ہمارے لیے نجات کی ایک ہی راہ ہے کہ اللہ کے دیئے ہوئے نظام کو نافذ کریں۔ آیات قرآنی واحادیث کے حوالہ سے اُنہوں نے واضح کیا کہ اللہ کے دین کو نافذ نہ کرنا، اس سے بے وفائی کرنا کوئی معمولی جرم نہیں ہے، یہ بہت بڑا جرم ہے، جس کی سزا دنیا میں ذلت ورسوائی کا عذاب ہے۔ امیر تنظیم اسلامی نے اپنے خطاب میں اس بات پر زور دیا کہ اہل پاکستان غلبۂ دین کی جدوجہد کی دینی ذمہ داری کا احساس کریں اور پاکستان کے قیام کے حقیقی مقصد کے حصول کی خاطر ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی برپا کردہ تحریک اور تنظیم کے دست وبازو بنیں۔ نظامِ خلافت کا قیام ہی پاکستان اور اہلِ پاکستان کے موجودہ تمام مسائل اور بحرانوں کا حل ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے اپنی پوری زندگی اس مشن کی خاطر وقف کیے رکھی اور بھرپور جدوجہد کی۔ اب یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ اس جدوجہد میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں اور اسے منزل مقصود تک پہنچائیں۔

اس تقریب میں اہلیانِ ایبٹ آباد نے بڑی تعداد میں شرکت کی۔ تقریب کی صدارت جماعت اسلامی کے معروف دینی سکالر سید معروف شاہ شیرازی نے کی۔ دیگر مقررین میں خالد محمود عباسی امیر تنظیم اسلامی شمالی پاکستان اور جناب نعیم اعوان شامل تھے۔

تنظیمی اطلاع

حلقہ گوجرانوالہ کی مقامی تنظیم پھالیہ میں ڈاکٹر مشتاق احمد امیر مقرر

ناظم حلقہ گوجرانوالہ کی جانب سے مقامی تنظیم پھالیہ میں تقرر امیر کے لیے موصولہ تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی عاملہ کے اجلاس منعقدہ 12 اگست 2010ء میں مشورہ کے بعد ڈاکٹر مشتاق احمد کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

اسرہ جڑانوالہ میں دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

اسرہ جڑانوالہ میں درج ذیل دعوتی و تربیتی سرگرمیاں جاری ہیں۔ایل سی ایف ایل کی ہاؤسنگ کالونی کی جامع مسجد میں، جہاں راقم خطیب ہے، ہفتہ میں چار دن، سوموار تا جمعرات بعد نماز مغرب درس قرآن ہوتا ہے۔ بحمد اللہ، یہ درس پچھلے گیارہ سال سے جاری ہے۔ دو دفعہ پورے قرآن مجید کا دور مکمل کر کے اب تیسری دفعہ سورۂ نور زیر درس ہے۔اس کے علاوہ اسی مسجد میں راقم کا جمعہ کا خطاب بھی ہوتا ہے۔

شہر میں تین دیگر مقامات پر ہفتہ وار درس جاری ہے۔ایک درس ہر منگل کو بعد نماز عشاء مکی مسجد میں ہوتا ہے۔ یہ مسجد جماعت اسلامی کے زیر انتظام ہے، یہاں پر پہلے تو مختلف موضوعات پر درس ہوتا تھا۔آج کل ترتیب کے ساتھ درس کا سلسلہ جاری ہے اور سورۃ البقرہ کے سات رکوع بیان ہو چکے ہیں۔ دوسرا درس جمعہ کے دن بعد نماز مغرب شہر میں ہوتا ہے، جس میں مختلف موضوعات پر بات ہوتی ہے۔ یہ درس بھی گزشتہ تین سالوں سے جاری ہے۔ تیسرا درس شہر میں ایک اور مقام پر ہوتا ہے جو گزشتہ دو ماہ سے جاری ہے، جس میں سورۂ مریم زیر درس ہے۔ایک ماہانہ درس کا سلسلہ جڑانوالہ سے بائیس کلومیٹر دور کھڑیانوالہ میں دارارقم سکول میں جاری ہے، جو ہر مہینے کی کسی ایک اتوار کو صبح کے وقت ہوتا ہے۔

رفقاء کرام کے لیے تربیتی پروگرام بھی جاری ہیں۔تقریباً ہر ہفتے رفقاء کرام جڑتے ہیں اور نظام العمل کے تحت تربیتی پروگرام ہوتے ہیں۔اس سلسلے میں مئی میں دو خصوصی پروگرام ہوئے ہیں، جن میں فیصل آباد سے حلقہ کے ناظم تربیت سیف الرحمٰن رضا تشریف لائے۔ان کا پہلا پروگرام شہر میں ہوا، جس میں انہوں نے تصور دین کی وضاحت کی۔ پچیس کے قریب حضرات نے دلجمعی سے اُن کی گفتگو سنی۔اللہ کریم ان کی محنت کو قبول کرے۔ان کا دوسرا خطاب ہاؤسنگ کالونی کی مسجد میں ہوا، جس میں 45 کے لگ بھگ افراد شریک ہوئے۔انہوں نے دین کے ہمہ گیر تصور اور دینی فرائض کو جامع انداز میں سمجھایا۔اس پروگرام کو بہت پسند کیا گیا۔ بعد میں شرکاء کی تواضع بھی کی گئی۔ مقامی ناظم نے چند احباب کے سوالوں کے جوابات بھی دیئے۔ پروگرام کی ابتدا میں ادارے کے ایم ڈی صاحب نے بھی شرکت کی۔قبل ازیں سیف الرحمٰن رضا نے اُسرہ کے تربیتی پروگرام میں شرکت کی اور موثر انداز میں تربیتی پروگرام کا نمونہ سمجھایا۔اللہ کریم سب حضرات کی محنتوں کو قبول کرے، آمین (مرتب: حافظ شفیق احمد اعوان)

اُسرہ چکوال کے زیر اہتمام فہم دین پروگرام

منفرد اُسرہ چکوال کے تحت 4 جولائی 2010ء کو صبح 10 بجے اعجاز پلازہ دفتر تنظیم اسلامی چکوال میں فہم دین پروگرام ہوا۔جس کے لیے امیر تنظیم اسلامی گوجرخان غربی پروفیسر حافظ ندیم مجید خصوصی طور پر گوجرخان سے تشریف لائے۔اس پروگرام میں تقریباً 35 افراد شریک ہوئے۔شرکاء نے پروگرام کو بہت سراہا اور اس خواہش کا اظہار کیا کہ اس طرح کے پروگرام آئندہ بھی منعقد کیے جائیں، تاکہ لوگ دینی ذمہ داریوں سے آگاہ ہوسکیں۔اس کے بعد سوال وجواب کی نشست ہوئی۔ یہ پروگرام دن 12 بجے تک جاری رہا۔آخر میں تمام شرکاء کے لیے کھانے کا بندوبست کیا گیا تھا۔کھانے کے بعد یہ نشست اس دعا کے ساتھ ختم ہوئی کہ اللہ سبحانہٗ تعالیٰ ہمیں دین سیکھنے، سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔(آمین)

(رپورٹ: محمد شہزاد ایڈووکیٹ)

[redacted]

لائبریرین عبدالمتین مجاہد برین ہیمبرج کی وجہ سے ہسپتال میں زیر علاج ہیں۔اللہ تعالیٰ انہیں شفائے کاملہ عاجلہ عطا فرمائے۔قارئین ندائے خلافت اور رفقاء سے بھی اُن کی جلد صحت یابی کے لیے دعاؤں کی درخواست ہے۔

اَذْهِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ اِشْفِ ط وَاَنْتَ الشَّافِي لَاشِفَاءَ اِلَّا شِفَاءُكَ ط شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا ط

اوستہ محمد:

”پانی کو قرآن مجید کا واسطہ دیا تو سیلابی ریلے نے رُخ موڑ لیا“

کیا قرآن کا یہ معجزہ دیکھ کر بھی ہماری آنکھیں نہیں کھلیں گی؟

سید محمد افتخار احمد

امریکہ اور یورپ کا تو کام ہی اسلام کے خلاف باتیں بنانا ہے۔1400 سال سے وہ یہی کام کر رہے ہیں۔ بدقسمتی تو یہ ہے کہ آج کا سیکولر ”دان شور“ مسلمان بھی ان ہی کی لَے میں لَے ملانے کی کوشش کر رہا ہے کہ یہ زلزلے، یہ سیلاب تو قوانین فطرت کے ذریعے وقوع پذیر ہوتے ہیں، ان کا عذاب الٰہی سے کیا تعلق؟ لگتا ہے ان بدبختوں نے قرآن مجید نہیں پڑھا جس میں حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کا واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ قوم یونسؑ نے جب عذاب کو اپنے سروں پر دیکھا تو اجتماعی توبہ کی اور جنابِ باری تعالیٰ میں گڑگڑائے۔ اللہ تعالیٰ نے عذاب کا رُخ موڑ کر اسے ختم ہی کر دیا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے کا وہ واقعہ بھی نہیں پڑھا ہوگا کہ ایک کاغذ کے ٹکڑے پر لکھے ہوئے چند لفظوں نے دریائے نیل کے پانی کو پوری روانی سے بہنے پر ایسا مجبور کیا کہ آج تک اسی شان سے بہہ رہا ہے۔اور آج بھی وہی واقعہ پیش آیا ہے جو قوانین فطرت کے خلاف وقوع پذیر ہوا ہے۔اللہ تعالیٰ کے اِذن سے ان ”دان شوروں“ کو دکھانے کے لیے کہ اللہ تعالیٰ قوانین فطرت بنا کر مجبور نہیں ہو گیا۔ وہ آج بھی قادرِ مطلق ہے۔کیا کوئی ”دان شور“ اس بات کا جواب دے سکتا ہے کہ اس واقعہ کے وقت قوانین فطرت کہاں گئے؟ ملاحظہ ہو بروز جمعرات 19 اگست 2010ء کا روزنامہ نوائے وقت یا روزنامہ ایکسپریس۔ دونوں کا آخری صفحہ ”قرآن مجید کا معجزہ“ ڈیرہ مراد جمالی (اوستہ محمد) عینی شاہدین کے مطابق دریائے سندھ سے آنے والے سیلابی ریلے نے کیرتھر کینال میں شگاف ڈال دیا تو اوستہ محمد کے شہری قرآن مجید اُٹھا کر خانپور پُل پر آئے۔ گڑگڑاتے ہوئے بپھرے ہوئے پانی کو قرآن مجید کا واسطہ دیا تو دیکھتے ہی دیکھتے پانی اچانک رخ تبدیل کر کے اوستہ محمد شہر کی جانب بڑھنے کی بجائے کیرتھر کینال کے کنارے دوسری جانب چلا گیا۔سبحان اللہ۔کیا اس واقعہ کے بعد بھی ہماری آنکھیں نہیں کھلیں گی؟ ہم نہیں جاگیں گے؟ پھر تو آج کے دور میں وہ بات پورے طور پر ہم پر صادق آئے گی جو اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاعراف میں فرمائی ہے:

(ترجمہ) ”اور ہم نے بہت سے جن اور انسان دوزخ کے لئے پیدا کئے ہیں۔ان کے دل ہیں لیکن ان سے سمجھتے نہیں اور ان کی آنکھیں ہیں مگر ان سے دیکھتے نہیں اور ان کے کان ہیں پر ان سے سنتے نہیں۔یہ لوگ (بالکل) چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی بھٹکے ہوئے۔یہی وہ ہیں جو غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔“(آیت:179)

(اس تحریر کے ساتھ اگر آپ ندائے خلافت شمارہ 33 کا اداریہ بھی ملاحظہ فرمائیں تو بہتر رہے گا۔)

نام کتاب:	**ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی یاد میں**
مرتب:	غازی محمد وقاص
ضخامت:	288 صفحات
قیمت:	300 روپے
ملنے کا پتہ:	قرآن اکیڈمی، 36 کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور صفہ پبلشرز، 19۔ اے، ایبٹ روڈ، لاہور

تبصرہ نگار: پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

غازی محمد وقاص ڈاکٹر صاحب کے عقیدت مندوں میں سے ہیں۔ وہ ڈاکٹر صاحب کی مساعی اور فکر و عمل کے مداح ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب کی شخصیت نے ملک اور بیرون ملک میں بے شمار لوگوں کو متاثر کیا۔ وہ بات کرنے کا اعلیٰ سلیقہ رکھتے تھے۔ اُن کی پوری زندگی غلبۂ اسلام کی جدوجہد میں گزری۔ اللہ تعالیٰ نے اُنہیں قرآن فہمی اور بیان القرآن کی خصوصی صلاحیت عطا کی تھی۔ اُن کے درس قرآن کی نشست دو ڈھائی گھنٹے پر محیط ہوتی، مگر مجال ہے سامعین میں سے کوئی اکتاہٹ محسوس کرے۔ حالانکہ دوران درس آپ کسی طرح بھی نکاہت سے کام نہیں لیتے تھے بلکہ آیات کی تشریح ایسے دل نشین اور مؤثر انداز میں کرتے کہ سامعین گہرے انہماک کے ساتھ اُن کے چہرے پر نظریں جما کر دم بخود اُن کی بات سنتے رہتے۔

ڈاکٹر صاحب کا چار ماہ قبل 14 اپریل 2010ء کو انتقال ہوگیا۔ اُن کی وفات کی خبر پورے عالم میں پھیل گئی۔ آپ کے عقیدت مندوں اور مداحین نے اُن کی وفات پر تعزیتی خطوط لکھ کر اپنے جذبات کا اظہار کیا۔ ملک کے اہم اخبارات اور جرائد میں ڈاکٹر صاحب کی شخصیت اور خدمات کے بارے میں بہت کچھ شائع ہوا۔ غازی محمد وقاص صاحب نے بڑی عجلت کے ساتھ ان تحریروں کو کتابی شکل میں یکجا کر کے شائع کر دیا۔ اسی مجموعے کا نام ''ڈاکٹر اسرار احمد کی یاد میں'' ہے۔

کتاب کے آغاز میں ڈاکٹر صاحب کے صاحبزادے محترم حافظ عاکف سعید صاحب کے ایک خطاب کی تلخیص ہے۔ کتاب میں جمع شدہ 96 تحریروں کو درج ذیل عنوانات کے تحت چار حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

1۔ اخبارات میں شائع شدہ کالم
2۔ رسائل و جرائد میں شائع شدہ مضامین
3۔ اخبارات و جرائد میں شائع شدہ اداریے
4۔ ڈاکٹر صاحب کے بارے میں خصوصی تاثرات و تحریریں

یہ کتاب ڈاکٹر صاحب کی شخصیت کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرتی ہے۔ ایک سچے مسلمان، عالم باعمل، مفسر قرآن، دین و دانش کے شناسا، خلافت علی منہاج نبوت کے لیے جدوجہد میں زندگی کے شب و روز وقف کرنے والی شخصیت کو دیکھنے کی خواہش رکھنے والوں کی تشنگی یہ کتاب دور کر دے گی۔

مرتب نے تحریریں ہو بہو نقل کر کے اس قدر دیانت داری کا ثبوت دیا ہے کہ اگر کسی نے لفظ کے ہجے غلط لکھ دیے ہیں یا کوئی حوالہ غلط دے دیا ہے تو اُسی طرح درج کر دیا ہے۔ بہتر ہوتا کہ ایسے مواقع پر فٹ نوٹ میں اصلاح کر دی جاتی۔

mundane hypothesis, about what is actually loss and what is really a profit. According to it eventually only those suffering the loss of the life hereafter will be in real loss.

After indirectly raising a call to worship Allah alone through His Messenger's declaration of worshiping not anyone other but Allah alone, the All-Mighty, says:

> "So worship what you like besides Him. Say (O Muhammad ﷺ): The losers are those who will lose themselves and their families on the Day of Resurrection. Verily, that will be a manifest loss." [Az-Zumar: 15]

بقیہ: کالم آف دی ویک

کے سربراہ کو سترہ روپے بوتل کے حساب سے کوٹیشن دی۔ اُس نے کہا چونتیس لکھو، آدھا میرا اور آدھا تمہارا۔ ہمارے ڈرائیوروں نے ٹرکوں، بسوں، رکشوں سب کی منہ مانگی قیمت وصول کی، حالانکہ ہمیں خبر تھی کہ یہ لٹے پٹے لوگ ہیں۔ بحیثیت قوم یہ ہمارا رویہ اعلیٰ ترین حکومتی شخصیت سے لے کر عام آدمی تک ایسا لگتا ہے خون میں رچ بس گیا ہے۔ ریڑھی والا دس روپے کا پھل پچاس روپے میں بیچتا ہے۔ چھوٹے سے چھوٹا دکاندار ذخیرہ اندوزی کرتا ہے خواہ ایک بوری آٹے کی کرے۔ چپڑاسی تک صاحب سے ملاقات کے لیے رشوت لیتا ہے۔ سولہ کروڑ لوگوں کے سامنے جب کوئی ایماندار، سچا اور شریف النفس آدمی ووٹ لینے کے لیے گیا، ہم سب نے اُس کا تمسخر اُڑایا، پھر اُس کو ہرانے کے بعد اُس کی تضحیک کرتے رہے ہمارا چھوٹے سے چھوٹا رکشے والا بھی اگر دن کو بس کے اڈے سے سواری کے دس روپے لیتا ہے تو رات کو اس کا ریٹ سو روپے ہو جاتا ہے۔ میں بحیثیت مجموعی اس قوم کی مثالیں دینے لگوں تو کئی کالم درکار ہوں، لیکن پھر بھی ہم سوال کرتے ہیں کہ عذاب ہماری بستیوں پر کیوں آیا۔ ان پر تو عذاب آچکا۔ لیکن وہ جنہیں تھوڑی سے مہلت ملی ہے کہ وہ اپنے رب کی طرف رجوع کریں، مگر وہ سوال کر رہے ہیں۔ اللہ فرماتے ہیں کہ ''میں ان کی ہنسی اُڑاتا ہوں اور ڈھیل دیتا ہوں۔'' اور پھر فرمایا ''اور تیرے رب کی پکڑ بہت سخت ہے'' مسند احمد میں سید المرسلین ﷺ کی حدیث پر غور کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ عام لوگوں پر خاص لوگوں کے عمل کی وجہ سے اُس وقت تک ان پر عذاب نازل نہیں کرتا جب تک ان میں یہ عیب پیدا نہ ہو جائے کہ اپنے سامنے بُرے اعمال ہوتے دیکھیں اور انہیں روکنے کی قدرت رکھتے ہوں مگر نہ روکیں۔ جب وہ ایسا کرنے لگتے ہیں تو اللہ عام اور خاص سب پر عذاب نازل کرتا ہے۔'' جو لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ اللہ بڑے مجرموں پر عذاب کیوں نازل نہیں کرتا، انہیں کیا خبر اللہ نے کتنی ڈھیل دے رکھی ہے اور کتنی مہلت باقی ہے۔ بس انتظار کریں۔ ہم بھی انتظار کر رہے ہیں لیکن اس دعا کے ساتھ کہ اے اللہ تیری ناراضی برحق لیکن ہمارا انجام ظالموں اور نافرمانوں کے ساتھ مت کرنا۔ ہمیں ایسے اُٹھانا کہ تو ہم سے راضی ہو کہ ہم اعلان کرتے ہیں کہ یہ سب ہمارے اعمال کا نتیجہ ہے۔ ہم پر رحم فرما، ہمیں بخش دے۔ بے شک تیری رحمت تیرے غضب پر غالب ہے۔ (بشکریہ روزنامہ ''ایکسپریس'')

Muneer Ahmed Khalili

REALITY OF THE LOSS AND THE GAIN

Why some people, heads of the states and governments, cabinet members, politicians, bureaucrats, industrialists, businessmen and others so blunted of the feelings while embezzlements and plunders? Because their touchstone to judge what is real and what is spurious in this earthly life is within the ideology they follow in this world. Because they measure with the materialistic yardstick, so naturally they assume a luxurious life, power, a high social status, an access to the power galleries, heavy savings in the national and foreign banks, fleets of costly cars parked in their porch and garage, property in real estate market in England, America or Dubai, getting the children admitted in the most prestigious institutions in America and England and an assurance of their prosperous life to be the gain. And also because acquisitions and possessions of piles of the wealth by hook or by crook, according to their worldly standards, is their success.

This assumption actually stems from a secular worldview, devoid of any moral standards. This hypothesis creates another premise about death not to be a curtain between this earthly life and the life hereafter but the last and final stage, ending the life story forever. To them the death obliterates all the signs of human acts, good or bad, virtue or vice, leaving no results and no chance of accountability about what we do in this world.

Another eventuality of this materialistic theory is lowness of character to the extent of never being trustworthy. The followers of the materialistic theory easily put their Faith and conscience on sale for their worldly gains. They shamelessly prefer to achieve a lot by perfidious maneuvers showing disloyalty to their own people. Quran gives us the example of *Qarun* (Korah) in this case. He was from *Bani Israel* but just for lust of high status in the court of *Firaun* (Pharaoh) and chances of collecting huge of wealth he betrayed his community and supported *Firaun* in his oppressive measures against *Bani Israel* to subdue them. He was one of the corrupters and tyrants who sought mischief in the land and committed great crimes against his own people.

Even today, most of the very adroit but extremely unprincipled people, captives of worldliness, having a materialistic approach are found following this trait of *Qarun* with their betrayal to their own people. In our ruling class we have experienced and still encountering the opportunists who are ready to make gains at the cost of not only the interests, honour and lives of their countrymen but integrity of the state also.

It is really nothing but only a delusion and shortsighted assumption about life and its success. Lust for power and greed for wealth, it develops only the hedonists and epicureans character leading to transgression and sinful life, has caused destruction of many communities in the history.

> "And when We decide to destroy a town (population), We send a definite order (to obey Allah and be righteous) to those among them who lead a life of luxury. Then they transgress therein, and thus the word (of torment) is justified against it (them). Then We destroy it with complete destruction." [*Al-Isra*: 16]

According to the Quranic wisdom those who make gains of this earthly life main objective of their lives and run after power and lucre (*Mutrefeen)*, have always persisted obstinately in great wickedness, remained stuck only to the ignorant ways of their forefathers and stood against the prophetic mission. The Quran offers us a vast and double faceted concept, above from

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے زیرِ اہتمام

دینی وعصری علوم کی منفرد دانش گاہ

کُلّیۃ القرآن (قرآن کالج)

(وفاق المدارس سے الحاق شدہ)

بانی: ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

علمِ دین اور فکرِ حاضر کے حسین امتزاج کی ایک منفرد کوشش

بورڈ/یونیورسٹی کی تعلیم کے ساتھ درسِ نظامی کا مکمل نصاب

قیام وطعام کی سہولت موجود ہے

خصوصیات

- ☆ تجربہ کار، اعلیٰ تعلیم یافتہ مدرسین
- ☆ قرآنی موضوعات پر خصوصی فکری وعملی رہنمائی
- ☆ تعلیم وتربیت کا بہترین انتظام
- ☆ طلبہ کی تخلیقی صلاحیتوں کو جلا بخشنے کے بہترین مواقع
- ☆ علوم اسلامیہ کے ساتھ جدید علوم یعنی درس نظامی مع میٹرک، ایف اے، بی اے، ایم اے
- ☆ اسباق وفاق المدارس العربیہ اور لاہور بورڈ کے نصاب کے مطابق
- ☆ خوبصورت عمارت اور کلاس رومز
- ☆ کمپیوٹر لیب ☆ بہترین اور مکمل لائبریری
- ☆ کانفرنس اور مذاکرہ ہال
- ☆ اسلامی اخلاقیات کی مکمل پابندی
- ☆ رہائش کے لیے بہترین ہوادار اور روشن کمرے
- ☆ خوراک حفظانِ صحت کے اصولوں کے مطابق
- ☆ طلبہ کی تدریسی ضروریات پوری کرنے میں معاونت
- ☆ وقت کا مؤثر استعمال
- ☆ مواقع تفریح کی فراہمی

شرائط داخلہ

- ☆ درجہ اولیٰ کے لیے متوسطہ یا مڈل پاس' ثانیہ کے لیے نہم اور اولیٰ پاس اور ثالثہ کے لیے وفاق المدارس سے عامّہ اور بورڈ سے میٹرک پاس ہونا لازمی ہے۔
- ☆ دیگر تعلیمی اداروں سے کم از کم مڈل
- ☆ اپنے علاقے کے عالم دین سے یا سابقہ مدرسہ سے تصدیق نامہ
- ☆ سرپرست کی طرف سے ضمانت نامہ
- ☆ ٹیسٹ اور انٹرویو میں کامیابی

مقامی و دیگر شہروں کے طلبہ کے لیے
درجہ اولیٰ وثانیہ (میٹرک)
اور ثالثہ میں نئے تعلیمی سال کے
داخلے جاری ہیں

معلومات داخلہ

- ☆ نئے سال کے لیے داخلہ کے خواہش مند طلبہ کلیۃ القرآن آفس سے داخلہ فارم اور انٹری ٹیسٹ کے لیے سلیبس وصول کر سکتے ہیں۔
- ☆ داخلہ کے لیے انٹری ٹیسٹ اور انٹرویو پاس کرنا لازمی ہے۔ 20 ستمبر کو انٹری ٹیسٹ اور انٹرویو ہوگا۔
- ☆ مزید معلومات کے لیے ناظم اعلیٰ کلیۃ القرآن / ناظم شئون الطلاب قرآن اکیڈمی لاہور سے رابطہ کریں!

دیگر شہروں میں رابطہ مراکز:

- کراچی: قرآن اکیڈمی، DM-55 درخشاں، خیابان راحت، فیز 6، ڈیفنس کراچی
  فون: 3-5340022(021)
- پشاور: A-18 ناصر مینشن، شعبہ بازار، ریلوے روڈ نمبر 2۔ فون: (091) 2214495
- ملتان: قرآن اکیڈمی، 25 آفیسرز کالونی
  فون وفیکس: 6520451(061)
- فیصل آباد: انجمن خدام القرآن، قرآن اکیڈمی روڈ، سعید کالونی نمبر 2۔ فون: 8520869(041)
- اسلام آباد: 31/1 فیض آباد ہاؤسنگ سکیم 4/8-1
  فون: 4434438(051)

برائے رابطہ

ناظم اعلیٰ **کُلّیۃ القرآن** (قرآن کالج)
191۔ اتاترک بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور
فون: 35833637-35860024(042)

ذیلی دفتر: **قرآن اکیڈمی**
K-36 ماڈل ٹاؤن، لاہور۔ فون: 3-35869501(042)
فیکس: 35834000(042)، ای میل: irts@tanzeem.org